۱۳۵ سوالات کے جوابات

معہ

۳۳۵ سوالات

تالیف

حضرت مولانا ابواحمد نور محمد قادری تونسوی

— ناشر —

اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۱۵/جنوری ۲۰۱۵ء

مولانا نور محمد تونسوی قادری نے مولانا محمد طیب صاحب پنج پیری پر ان کی کتاب مسلک الاکابر پر ایک سو چار سوال قائم کئے۔ حضرت پنج پیری صاحب کے حلقہ کے ایک عالم مولانا محمد اعجاز صاحب نے ان ایک سو چار سوالات کے جوابات کی بجائے سوالات بجواب سوالات کی ایک نئی روایت قائم کی۔ مولانا نور محمد صاحب تونسوی نے مولانا محمد اعجاز صاحب کے ۱۳۵ سوالات کے جوابات لکھے اور پھر ان پر ۳۳۵ سوالات قائم کئے اور اس رسالہ کا نام "۱۳۵ سوالات کے جوابات معہ ۳۳۵ سوالات (نیز امیر محترم مولانا محمد طیب پنج پیری) پر ایک سو چار سوالات کا قرضہ ہنوز باقی)" رکھا۔ ہم اس رسالہ کو اس مجموعہ کا حصہ بنانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"الحمد للہ الذی انزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً وھدی للمتقین یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً والصلوٰۃ والسلام علٰی من ارسلہ باالحق بشیراً ونذیراً وسراجاً منیراً وجعلہ خاتم النبیین وامام المرسلین وقائد الانبیاء وخطیبھم یوم الدین وعلٰی الہ واصحابہ واتباعہ الذین نصروا دینہ الاسلام وحمر حمیدین کلہ اصولہ وفروعہ عن انتحال المبطلین الکاذبین عن مکائد الکاذبین والخادعین المنافقین رضی اللہ عن جمیع الاصحاب والذین اتبعوھم باحسان وارضاھم"

امابعد! بندہ عاجز حقیر پر تقصیر ابو احمد جملہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ آج سے چند سوال پہلے بندہ نے اشاعت التوحید والسنۃ کے امیر حضرت مولانا محمد طیب صاحب طاہری پنج پیری کی خدمت میں ایک سو چار سوالات پیش کئے جو کہ ان کی کتاب "مسلک الاکابر" پر وارد کئے گئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے حیات قبر کی ایک غلط صورت تجویز کر کے ہمارے اکابر علماء دیو بند کثر اللہ سوادہم کی طرف منسوب کر دی۔ حالانکہ ہمارے اکابر حیات قبر کی صحیح صورت کے قائل ہیں اور پنج پیری صاحب کی تجویز کردہ غلط صورت کی بارہا تردید کر چکے ہیں، بلکہ کر رہے ہیں۔ لیکن مولانا موصوف نے بندہ عاجز کے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہ دیا جس پر کئی ماہ گزر گئے۔ چنانچہ بندہ عاجز جوابات سے مایوس ہو گیا۔ پھر وہ سوالات بعض اہل علم حضرات کو بھی دکھائے گئے، جن میں حضرت مولانا قاری رسال محمد صاحب صوابی والے اور ان کی جماعت بھی شامل تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے دل میں ان سوالات کے شایع کرنے کا جذبہ پیدا فرمایا۔ چنانچہ ان حضرات نے بذریعہ فون بندہ عاجز سے رابطہ کیا اور سوالات کے شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ بندہ عاجز نے فراخ دلی سے ان حضرات کو اشاعت کی اجازت دے دی۔

پس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور پھر ان حضرات کی پر خلوص مساعی جمیلہ سے یہ مجموعہ سوالات چھپ کر منظر عام پر آ گئے۔ جب پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تو اس کا دوسرا ایڈیشن خوبصورت جلد بندی کے ساتھ شائع ہوا اور چل گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں یہ مجموعہ سوالات اپنے ہم مسلک ساتھیوں کے تسکین قلب اور فرحت جان کا باعث بنے، وہاں فرقہ معتزلہ کے لئے سوہان قلب اور سوز جگر ثابت ہوئے۔ لیکن ان لوگوں کے لئے مشکل یہ تھی کہ بندہ عاجز کے ان سوالات کا جواب دینا ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ کیونکہ اگر یہ لوگ جوابات دیتے تو یقیناً انہیں اپنے مسلک سے ہاتھ دھونے پڑتے اور مسلک اکابر کی طرف مجبوراً آنا پڑتا۔ پس اگر یہ لوگ سوالات کے دو ایڈیشنوں کے بعد بھی خاموش رہتے تو ان کے لئے ندامت اور شرمندگی کا باعث بنتا اور ادھر اشاعتی عوام ان کو جواب لکھنے پر مجبور کر رہی تھی تو ان حضرات نے اوّلاً تو بندہ عاجز کو بذریعہ خطوط خوب کڑوی کسلی سنائیں۔ حتیٰ کہ سمیع اللہ توحیدی نامی شخص نے مجھے دو ورقی خط لکھا ان چار صفحات پر مجھے بالتکرار احمق اور جاہل کہا اور بازاری زبان استعمال کی۔ پہلے تو یہ فرمایا کہ آپ کے سوالات جواب کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن پھر فرمایا میں آپ کے سوالات کے جوابات کے لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ لیکن مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے ایک جماعتی ساتھی آپ کے سوالات کے جوابات لکھ رہے ہیں تو بندہ عاجز کو بہت بڑی خوشی نصیب ہوئی۔ الحمد للہ کہ میرے سوالات کے جوابات آ رہے ہیں۔ خواہ دیر سے ہی سہی۔

مجھے شدت سے اس کی انتظار رہی لیکن جب بندہ عاجز کے سوالات کے جوابات چھپ کر منظر عام پر آئے اور مجھے بھی ایک ساتھی نے ایک رسالہ ارسال فرمایا۔ جس کا نام یہ ہے: ''۱۳۵ سوالات بجواب ۱۰۴ سوالات'' چنانچہ اس نام کو پڑھ کر بندہ حیرت میں ڈوب گیا کہ مجھے تو جوابات کی خوشخبری سنائی گئی تھی اور نام میں بھی بجواب ۱۰۴ سوالات لکھا گیا ہے۔ لیکن میرے ایک سوال کا جواب بھی نہیں دیا گیا۔ الٹا مجھ پر ۱۳۵ سوالات وارد کئے گئے۔ کسی نے خوب کہا۔ ''کھودا پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مرا ہوا'' پھر سمیع اللہ توحیدی کی ہمت، جرأت اور شجاعت کی داد دینی پڑتی ہے کہ اپنا نام تو خط میں لکھ دیا۔ لیکن پتہ درج نہ فرمایا کہ کس شہر کے بسنے والے ہیں اور کس تحصیل وضلع سے تعلق رکھتے ہیں۔ خیر کوئی حرج نہیں۔ البتہ افسوس یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے علم وقرآن خوانی اور توحید بیانی کا بڑا پندار ہے۔ لیکن ان کے علمی حدود اربع کا یہ عالم ہے۔ اپنے رسالے کا نام بھی صحیح تجویز نہیں کر سکے۔ دوسروں کو حماقت اور جہالت کا طعنہ دینے والوں ذرا اپنے گھر کی تو خبر لے لو۔ کسی نے سچ کہا: ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔''

لیکن بندہ عاجز کو اس حیرت کے بعد خوشی بھی ہوئی۔ ٹھیک ہے کہ جوابات نہ سہی لیکن ان حضرات کے سوالات تو میرے پاس پہنچ گئے اور مجھے ان کی خدمت کا موقع میسر آ گیا۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا رسالہ جو بزعم خویش میرے ۱۰۴ سوالات کا جواب ہے۔ چالیس صفحات پر مشتمل ہے اور اس رسالہ کے مصنف مولانا ابو معاویہ محمد ایاز ہیں جس کو نوجوانان توحید وسنت صوبہ سرحد نے شائع کیا ہے۔ مصنف بھی غالباً صوبہ سرحد، سے متعلق ہیں۔ مولانا محمد ایاز صاحب کے یہ ۱۳۵ سوالات اگرچہ لایعنی تکرار تطویل لاطائل اور فضول بھرتی کا مرقع ہیں۔ لیکن بعض سوالات بہت بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ہمارے نوجوان طلباء کے لئے ان کے جوابات معلوم کرنا اور محفوظ رکھنا ضروری ہے تا کہ کسی میدان مناظرہ ومقابلہ میں لاجواب نہ ہونا پڑے۔ اب بندہ عاجز اصول کے مطابق بالترتیب ان لوگوں کی طرف سے عائد کردہ ایک ایک سوال کا جواب تحریر کر رہا ہے اور پھر چند سوالات مولانا محمد ایاز صاحب سے خصوصاً اور جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ سے عموماً کئے جائیں گے۔

ایک گزارش! بندہ عاجز دیانت اور امانت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر ان سوالات کے جوابات لکھ رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز! ان میں نہ دھوکہ ہوگا نہ فریب، نہ خیانت ہوگی نہ بد دیانتی، نہ جھوٹ ہوگا نہ فراڈ، نہ تاویل ''القول بما لا یرضی بہ القائل'' ہوگی نہ کسی عالم کی طرف غلط نسبت۔ کیونکہ یہ وطیرہ تو باطل پرستوں کا ہے اور قافلہ اہل حق کے پیروکار ہمیشہ سے ان الواث سے اجتناب کرتے چلے آرہے ہیں اور ان شاء اللہ بندہ عاجز کی اس تحریر میں نہ تو سوقیانہ زبان استعمال ہوگی اور نہ ہی اخلاق سے گری ہوئی باتیں بلکہ شستہ زبان اور با اخلاق کلام سے جوابات تحریر کئے جائیں گے اور پھر اسی طریقے سے سوالات وارد کئے جائیں گے۔ میرا مقصد اصلاح ہے: ''ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب''

آمدم برسر مطلب کے تحت آپ مولانا محمد ایاز صاحب کے سوالات پھر بندہ عاجز کے جوابات ملاحظہ فرمائیں اور منصفانہ فیصلہ کریں۔

سوالات از معتزلی...... جوابات از سنی دیوبندی

سوال نمبر ۱: جب انسان پر موت آتی ہے تو آپ کے نزدیک خروج روح ہوتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲: موت کا معنی خروج روح انقطاع روح از بدن عنصری ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ان دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب سواتی دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''عرف عام میں موت جان نکل جانے کا نام ہے۔'' یعنی جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو اس کو موت کہتے ہیں۔ علماء نے موت کا معنی کیا ہے کہ روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جائے۔ قرآن وحدیث کے نصوص واشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت روح نکالی جاتی ہیں۔ آسمانوں کی طرف لے جائی جاتی ہے۔ پھر اپنی مقرر جگہ پر رکھی جاتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ قبر کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ مگر جب تک ہم روح کی حقیقت نہ جان لیں اور یہ نہ سمجھ جائیں کہ جسم میں روح کے داخل ہونے یا تعلق رکھنے کی کیفیت کیا ہے۔ ہم اس کے نکل جانے اور تعلق منقطع ہونے کا مطلب بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اور جب ہمیں روح کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اس کی صفات وافعال کا ادراک عقل سے کیسے کیا جاسکتا ہے۔ موت طاری ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ ماننا بھی لازم ہے کہ موت سے روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے۔'' (حاشیہ تسکین الصدور ص ۲۰۴)

قارئین کرام! موت کا معنی معلوم کرنے کے بعد یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ موت عدم محض کا نام نہیں ہے بلکہ موت ایک وجودی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''خلق الموت والحیوٰۃ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو پیدا فرمایا۔ اسی لئے علماء نے انقطاع روح عن الجسد کے ساتھ ساتھ موت کی تعریف ''انتقال من دار الی دار'' کو شامل کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث محمد حسین نیلوی صاحب نے بحوالہ یہ بات لکھی ہے ''علماء نے کہا ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف کا نام نہیں بلکہ موت بدن سے تعلق روح کے منقطع ہو جانے، ارواح اور بدن میں جدائی پر پردہ حائل ہو جانے اور ایک دار (دنیا) سے دوسرے دار (عالم برزخ) کی طرف منتقل ہونے سے عبارت ہے۔'' (ندائے حق جدید ص ۴۴۴)

معلوم ہوا کہ موت عدم محض کا نام نہیں ہے بلکہ عالم دنیا سے عالم قبر و برزخ کی طرف منتقل ہو جانے کا نام موت ہے۔

سوال نمبر ۳: تمام انسانوں پر موت مذکورہ معنی کی صورت میں واقع ہوتی ہے یا بعض پر؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! تمام انسانوں پر مذکورہ بالا معنی میں موت وارد ہوتی ہے۔ ورود موت میں نہ شک ہے نہ کسی کو کوئی اختلاف ہے جن لوگوں کے بارے میں اس قسم کے شکوک وشبہات پیش کئے جاتے ہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کے قائل نہیں ہیں تو ان کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''لیکن ان حضرات کی ایسی عبارتوں کا یہ مطلب قرار دینا کہ انبیاء علیہم السلام پر موت وارد نہیں ہوئی ہے وہ اس دنیا والی حیات ہی کی حالت میں قبروں میں دفن کئے گئے ہیں۔ ایسا سمجھنے والوں کی خوش فہمی کے علاوہ ان بزرگوں پر تہمت بھی ہے۔ اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کی تحریروں میں مثلاً التصدیقات میں انبیاء علیہم السلام کی قبر والی حیات کو جو حیاۃ دنیویہ کہا گیا ہے تو اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ دنیا کی سی ہے۔ یعنی مع الجسد ہے۔ صرف برزخی روحانی نہیں ہے جو تمام مومنین کو بھی حاصل ہے۔ جن کے اجسام مٹی ہو چکے ہیں۔ التصدیقات کے اردو ترجمہ ہی میں غور کرنے سے یہ مطلب خود واضح ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان بزرگوں کی ایسی عبارتوں کا یہ مطلب بیان کرنا اور ان کا یہ مسلک بتانا کہ انبیاء علیہم السلام پر موت وارد ہی نہیں ہوئی اور قبروں میں بعینہٖ دنیا والی ناسوتی حیات کے ساتھ دفن کئے گئے ہیں۔

صریحاً ان پر الزام لگاتا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی رائے قرآن وحدیث کے صریح نصوص و بینات اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ میں نہیں یقین کرتا کہ ہمارے علماء میں سے کسی نے ایسی بات کہی ہو: ''سبحانک هذا بهتان عظیم'' مسئلہ حیات النبی کی حقیقت (ص ۱۲) بے شک موت تمام انسانوں کے لئے قبض روح کے معنی میں ہے۔ لیکن تمام انسانوں کی موت برابر نہیں ہے بلکہ موت موت میں فرق ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات ناسوتی کا جو سلسلہ پیدائش سے لے کر ۶۳ سال کی عمر شریف تک جاری رہا تھا وہ تو وفات کے دن ختم ہو گیا اور ''کل نفس ذائقة الموت'' کے قانون عام کے مطابق آپ پر وہ کیفیت وارد ہوئی اور آپ اس منزل سے گزرے جس کی تعبیر موت کے لفظ سے کی جاتی ہے، آپ کی اس رحلت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے موت کہا اور موت ہی سمجھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو جو کسی وقتی غلط فہمی یا غلبہ حال کی وجہ سے اس کے ماننے میں ابتداءً جو تامل اور تردد تھا، وہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے بعد ختم ہو گیا اور آخرالامر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہو گیا کہ آپ کی ناسوتی حیات کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آپ پر موت وارد ہو چکی اور قرآن حکیم کی بات ''انک میت و انهم میتون'' پوری ہو گئی

اور اسی بناء پر آپ کو آخری غسل دیا گیا۔ موت کے بعد والا لباس یعنی کفن پہنایا گیا۔ قبر میں دفن کیا گیا۔ حالانکہ اگر کسی آدمی میں ناسوتی حیات کا شائبہ بلکہ شبہ بھی ہو اور اس کی موت کا پورا یقین نہ ہو چکا ہو تو اس کو دفن کر دینا شدید ترین شقاوت اور قطعاً حرام ہے اور کسی پیغمبر کے ساتھ شقاوت وظلم کا یہ معاملہ کرنا تو صرف حرام ہی نہیں بلکہ سخت ترین اور خبیث ترین کفر ہے۔

اور دوسری بات مذکورہ بالا دینی اور تاریخی حقائق وواقعات سے یہ معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی وفات کو بالکل دوسرے آدمیوں کی سی موت نہیں سمجھا بلکہ اس کی نوعیت عام انسانوں سے کچھ مختلف سمجھی۔ اس لئے آپ کو آخری غسل پہنے ہوئے کپڑوں میں دیا گیا کرتا تک جسم اطہر سے نہیں اتارا گیا۔ نماز جنازہ بھی عام اموات مسلمین کی طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ دوسرے طریقے سے پڑھی گئی بلکہ بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ معروف نماز جنازہ کے بجائے صرف صلوٰۃ وسلام عرض کیا گیا اور آپ کے احسانات کے اعتراف کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے دعا کی گئی اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ مردوں کے دفن کرنے کے بارے میں تاخیر نہ کرنے کا شریعت کا جو عام تاکیدی حکم ہے، اس کے بالکل برخلاف قریباً پورے دو دن گزر جانے کے بعد دفن کیا گیا اور اس غیر معمولی تاخیر میں کوئی حرج نہیں سمجھا گیا اور کوئی اندیشہ نہیں محسوس کیا گیا اور کسی ایک صحابی نے بھی اس معاملہ میں جلدی کرنے کا تقاضہ نہیں کیا۔

پھر آپ کی ایک خاص ہدایت کے مطابق آپ کی زندگی کے عزیز مسکن یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس حجرہ ہی کو آپ کا مدفن اور آپ کی دائمی آرام گاہ بنا دیا گیا اور آپ اسی میں دفن کئے گئے۔ اسی طرح آپ کی ایک ہدایت کے مطابق آپ کی املاک میں ترکہ اور وراثت کا عام قانون جاری نہیں کیا گیا بلکہ آپ کی حیات طیبہ میں ان کا جو مصرف اور جو نظام تھا، وہی بدستور قائم رکھا گیا اور وہ خلافت کی تولیت میں رہیں۔

اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات کا یہ حق سمجھا گیا کہ وہ اپنے مسکونہ حجروں کو تا زیست اپنے استعمال میں رکھیں اور رسول اللہ ﷺ کے املاک سے اپنا نفقہ تا حیات حاصل کرتی رہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ کے سامنے ان کو یہ دونوں حق حاصل تھے۔ حالانکہ کسی مسلمان کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ بیوی کے یہ حقوق صرف عدت کی مختصر مدت

تک رہتے ہیں۔ان سب استثنائی اور اختصاصی احکام و معاملات سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی نوعیت دوسرے تمام لوگوں کی موت سے بہت کچھ مختلف ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اتنی بات سے ہمارے حلقے کے کسی صاحب علم کو اختلاف ہوگا۔ اسی طرح بعض احادیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نیز دیگر انبیاء علیہم السلام کو اپنے مدفنوں میں ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہے جو اس عالم کے مناسب ہے اور بعض حیثیات سے دنیا والی ناسوتی حیات سے بھی اعلیٰ واقویٰ ہے۔ غالباً اس سے بھی کسی صاحب علم کو اختلاف نہ ہوگا۔ ہاں! اس کے آگے موت و حیات کی نوعیت کی تعین اور تفصیلات میں کچھ اختلاف ہوسکتا ہے اور اس کی گنجائش بھی ہے اور ایسے اختلافات خود اہل سنت میں بلکہ اہل سنت کے ایک ایک حلقے میں بھی ہمیشہ رہے ہیں۔ان کو اہمیت دینا اور ان باتوں کا باعث تفرقہ بننا بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔'' (مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۳ تا ۱۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت بمعنی قبض روح سب انسانوں کے لئے ہے۔ لیکن درجات میں تفاوت ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی موت و حیات امتیازی شان رکھتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے: ''ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین آمنوا وعملوا الصلحت سوآء محیاھم ومماتھم ساء مایحکمون'' (الجاثیۃ:۲۱)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''آب حیات'' کی آڑ میں فتنہ وفساد پھیلانا

عصر ہذا کے معتزلہ کے ساتھ جب عقیدہ حیات النبی ﷺ کے موضوع پر زبانی یا تحریری گفتگو ہوتی ہے تو یہ لوگ خواہ مخواہ اور بلاوجہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب آب حیات کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں اور پھر اس پر غلط قسم کی حاشا آرائیاں کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے قائل نہیں تھے اور کبھی کہتے ہیں کہ اگر تم دیوبندی ہو تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو قبول کرو اور کبھی کہتے ہیں اگر ہم پر گمراہی کا فتویٰ لگاتے ہو تو ان پر بھی فتویٰ لگاؤ۔ وغیرہ وغیرہ! حالانکہ یہ سب باتیں خلاف واقعہ ہیں اور اصل موضوع سے توجہ ہٹانے کے لئے اور عوام الناس کو تشویش میں ڈالنے کے لئے گھڑی جاتی ہیں۔ درحقیقت حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی موت پر ایمان لانے کو ضروری سمجھتے ہیں اور قبض روح کے بھی وہ منکر نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اور میں علی وجہ البصیرت یہ کہنے کا اپنے کو حق دار سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات و ممات کے بارے میں اس میں (آب حیات میں) کوئی بات بھی جمہور امت اور اہل سنت کے ان تمام دینی وتاریخی مسلمات اور معتقدات کے خلاف نہیں ہے۔'' (مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۹)

قارئین کرام! حقیقت یہ ہے کہ آب حیات ایک دقیق اور عمیق کتاب ہے جس کے سمجھنے کی اہلیت ولیاقت ہم جیسے لوگوں میں ناپید ہے۔ لہٰذا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ وہی سمجھنا چاہئے جو جمہور اہل سنت کا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف سمجھتا ہے تو یہ اس کی بدفہمی کا نتیجہ ہے اور وہ اپنا من بھاتا مطلب کشید کر کے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر رہا ہے۔ اس طریقے سے وہ شخص فتنے اور فساد کا ذمہ دار ٹھہر رہا ہے۔ عصر ہذا کے معتزلہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر عوام الناس میں فتنہ، فساد پھیلا رہے ہیں۔ یہ حقیقت آپ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے اور انصاف کیجئے۔ ''چنانچہ فرماتے ہیں اس کے بعد چند کلمات میں حضرت نانوتوی کے رسالہ

آب حیات کے مضمون کے متعلق بھی عرض کرتا ہوں۔ جن حضرات نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف اور مکاتیب کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ کی اکثر تحریریں اردو زبان میں ہونے کے باوجود مضامین کے لحاظ سے اتنی مشکل اور ادق ہیں کہ آج کل کے ہمارے اصحاب درس علماء میں بھی شاذ و نادر ہی ایسے نکلیں گے جو ان کو پوری طرح سمجھ سکیں اور اس ناچیز کے خیال میں آپ کی تصنیفات میں سب سے مشکل اور دقیق ترین یہی کتاب ''آب حیات'' ہے۔''

درس نظامی کے جملہ فنون میں سب سے مشکل منطق، فلسفہ اور کلام سمجھے جاتے ہیں اور ان فنون کی درسی کتابوں میں سب سے مشکل ہمارے درسی حلقوں میں قاضی حمد اللہ، صدرہ اور خیالی کو سمجھا جاتا ہے۔ اس عاجز نے یہ کتابیں پڑھی بھی ہیں اور ان میں جو مشکل ترین ہیں وہ مدرسی کے زمانہ میں پڑھائی بھی ہیں۔ میں خود اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ ان میں سے کسی کتاب کے سمجھنے میں مجھے اتنی مشکل پیش نہیں آئی جتنی کہ آب حیات کے سمجھنے میں پیش آئی تھی۔ میں نے آب حیات کا مطالعہ پہلی دفعہ اپنی عرفی طالب علمی کے آخری دور میں اس وقت کیا تھا جب کہ منطق و فلسفہ اور کلام کی سب درسی کتابیں میں پڑھ چکا تھا اور ان فنون کے وہ مباحث خوب مجھے مستحضر تھے جن کے استحضار کے بغیر آب حیات کو نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت بھی میرا احساس یہی تھا کہ میں نے ساری عمر میں جو کتابیں دیکھی یا پڑھی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشکل اور صعب الفہم یہی کتاب ہے۔ اپنے اس ذاتی تجربہ کی بناء پر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ ہمارے حلقہ کے علماء میں بھی آب حیات کو پوری طرح سمجھنے والے ہند و پاک کے طول و عرض میں اب گنتی کے چند ہی ہوں گے اور بغیر کسی تکلف و انکسار کے عرض کرتا ہوں کہ اب میں بھی ان میں سے نہیں ہوں۔ کیونکہ اس کے سمجھنے کے لئے منطق و فلسفہ اور کلام کے جو مباحث مستحضر ہونے چاہئیں وہ اب مجھے مستحضر نہیں رہے ہیں۔ تاہم چونکہ ایک دفعہ اس کو سمجھ کر مطالعہ کیا تھا۔ اس لئے اس کا حاصل و مدعا اور مرکزی مضمون الحمد للہ! اب تک ذہن میں ہے۔ پھر ان سطروں کے لکھنے سے پہلے بھی میں نے اس پوری کتاب کا ایک سرسری مطالعہ حال میں کیا ہے اور میں علی وجہ البصیرت یہ کہنے کا اپنے کو حق دار سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات و ممات کے بارہ میں اس میں کوئی بات بھی جمہور امت اور اہل سنت کے ان تمام دینی و تاریخی مسلمات اور معتقدات کے خلاف نہیں ہے، جن کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اور حیات بعد الممات کی خاص نوعیت کی تحقیق اور تعیین میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص طرز پر ایک نہایت دقیق و عمیق کلام کیا ہے اور اسی کے ساتھ دجال کی حیات و ممات کی خاص نوعیت کے بارے میں بھی اس طرز پر کچھ کلام کیا ہے اور بلاشبہ یہ تحقیق اتنی دقیق ہے کہ عوام کے علاوہ بہت سے علماء کے فہم سے بھی بالاتر ہے۔ پس اس کو عوامی مسئلہ بنانا از قبیل اتباع متشابہات اور غریب عوام کو فتنے میں ڈالنا ہے۔ وہ بیچارے اصل حقیقت کو تو نہ سمجھ سکیں گے، پھر یا تو کچھ کا کچھ سمجھ کے اندھی عقیدت میں اسی کو اپنا عقیدہ بنا کے گمراہ ہوں گے یا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر گمراہی اور بداعتقادی کے فتوئی لگائیں گے۔ ہمارے علماء کرام کو للہ سوچنا چاہئے کہ اس سارے ضلال و فساد کا ذمہ دار عند اللہ کون ہوگا۔'' (مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۶ تا ۱۹)

قارئین کرام! بندہ عاجز کو سو فیصد یقین ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جمیع معتقدات جمہور امت کے مطابق ہیں۔ ان کی کوئی بات اہل سنت کے مسلک کے خلاف نہیں ہے اور موت بمعنی قبض روح کی نوعیت میں ان کی تحقیق بھی قابل گرفت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ (تسکین الصدور ص ۲۰۵)

پس اس عظیم شہادت کے باوجود بھی اگر کوئی شخص آب حیات کو بیچ میں لاکر بات کو الجھانا چاہتا ہے تو خود اس سے سوال کیا جائے کہ وہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی صفائی کس طرح پیش کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی حضرت کا نام لیوا ہے۔

سوال نمبر ۴: اگر بعض مستثنیٰ ہیں تو کون کون سے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ضابطہ موت سے کوئی فرد بشر مستثنیٰ نہیں ہے۔ چنانچہ تسکین الصدور میں لکھا ہے: ''بہر حال کل من علیہا فان کے قاعدہ کلیہ سے کوئی آدمی، جن، ولی اور نبی مستثنیٰ نہیں ہے، نہ اس میں کسی کو اختلاف ہے، نہ بحث۔'' (تسکین الصدور ص ۲۰۴)

سوال نمبر ۵: جو مستثنیٰ ہیں، ان کے لئے شرعی دلیل استثناء موجود ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جب ضابطہ موت سے کوئی مستثنیٰ ہی نہیں تو دلیل استثناء کا مطالبہ فضول بات ہے۔

سوال نمبر ۶: بغیر شرعی دلیل کسی کا استثناء درست ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: نہیں ہے۔

سوال نمبر ۷: شرعی دلیل کے بغیر استثناء کنندہ کا حکم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جب ضابطہ موت سے استثناء کنندہ کوئی ہے ہی نہیں تو حکم کس پر لگایا جائے گا۔

سوال نمبر ۸: جو حکم آپ کے نزدیک ہوگا، اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ہمارے نزدیک ضابطہ موت سے کوئی فرد و بشر مستثنیٰ نہیں۔ ''کل نفس ذائقة الموت، کل من علیها فان، کل شیٔ هالک'' وغیرہ وغیرہ!

سوال نمبر ۹: وقت موت خروج روح یا انقطاع روح کا حکم قطعی ہے یا ظنی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت بمعنی قبض روح کا حکم قطعی ہے۔

سوال نمبر ۱۰: آپ کے نزدیک جو حکم بھی ہو چاہے قطعی ہو یا ظنی ہو، اس کے مخالف کا حکم کیا ہے؟

الجواب: موت بمعنی قبض روح کا حکم قطعی ہے اور قطعیات کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

سوال نمبر ۱۱: خیر القرون میں موت کس معنی میں سمجھی جاتی تھی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ہر دور میں موت بمعنی قبض روح سمجھی گئی ہے۔

سوال نمبر ۱۲: موت کے وقت خروج روح یا انقطاع روح پر اجماع ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! بوقت موت قبض روح پر اجماع ہے۔

سوال نمبر ۱۳: مدعی اجماع کا حکم کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مدعی اجماع اگر صحیح اجماع کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ برحق ہے۔

سوال نمبر ۱۴: منکر اجماع کا حکم کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت بمعنی قبض روح پر اجماع ہے۔ اس اجماع کا کوئی منکر نہیں ہے۔ جب کوئی منکر نہیں ہے تو حکم کس پر لگایا جائے۔

سوال نمبر ۱۵: ورود موت ہر انسان کے لئے قطعی ہے یا ظنی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ سوال اور اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا لا یعنی تکرار ہے تاہم جواب سن لیجئے کہ موت ہر انسان کے لئے قطعی ہے۔

سوال نمبر ۱۶: قطعی سے استثناء کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ سوال بھی لا یعنی تکرار ہے تاہم جواب سن لیجئے۔ قطعی سے استثناء کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے۔ لیکن آپ لوگ ضابطہ موت سے روح کو مستثناء کرتے ہو اور کہتے ہو کہ روح پر موت نہیں آتی۔ لہٰذا یہ استثناء بغیر دلیل شرعی ہوا کہ روح پر موت نہیں آتی۔ لہٰذا یہ استثناء بغیر دلیل شرعی کے ہے۔ لہٰذا اپنا حکم خود ہی معلوم کرلو۔

سوال نمبر ۱۷: موت کا کوئی دوسرا معنی کرنے والا وقوع موت کا قائل تصور ہوگا یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت بمعنی قبض روح کے ہے۔ ہاں! موت وحیات کی نوعیت کی تعین اور تفصیلات میں کچھ اختلاف ہوسکتا ہے اور اس کی گنجائش بھی ہے اور ایسے اختلافات خود اہل سنت میں بلکہ اہل سنت کے ایک ایک حلقے میں ہمیشہ رہے ہیں۔ ان کو اہمیت دینا اور ان باتوں کا باعث تفرقہ بنانا بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔''

(دیکھئے مسئلہ حیات النبی ﷺ کی حقیقت ص ۱۵، از مولانا محمد منظور نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ)

سوال نمبر ۱۸: موت کے وقت بدن عنصری سے تعلق تصرف فی الجسم العنصری منقطع ہوتا ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! موت کے وقت تعلق تصرف دنیوی فی الجسد العنصری منقطع ہو جاتا ہے۔ البتہ معاً تعلق قبر و برزخ شروع ہوجاتا ہے۔

سوال نمبر ۱۹: بوقت موت جسم عنصری سے دنیوی حیات ختم ہوتی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! موت کے وقت جسد عنصری سے حیات دنیوی اختتام پذیر ہوتی ہے اور قبر و برزخ کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲۰: بوقت موت جسم عنصری میت کا فرد بنتا ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے وقت صرف جسم عنصری نہیں بلکہ روح اور جسم عنصری دونوں میت کا فرد بنتے ہیں۔ یعنی مجموعہ پر میت کا اطلاق ہوتا ہے۔ کیونکہ مجموعہ پر موت واقع ہوئی۔ لہٰذا مجموعہ ہی کو میت کہا جائے گا۔ البتہ عالم دنیا کے اعتبار سے وقوع موت کی وجہ سے مجموعہ میت ہے اور عالم قبر و برزخ کے لحاظ سے روح اور جسد کا مجموعہ زندہ ہے۔ تم لوگوں کا موت کی وجہ سے جسد عنصری کو میت کہنا اور روح کو میت نہ کہنا تمہاری کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے۔

سوال نمبر ۲۱: بوقت موت جسم عنصری کے حواس ظاہرہ و باطنہ معطل ہوتے ہیں یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! موت کے وقت جسم عنصری کے حواس ظاہرہ و باطنہ دنیویہ معطل ہو جاتے ہیں۔ لیکن عالم قبر و برزخ کے حواس عطاء کردیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے مردہ انسان قبر میں آنے والے نکیرین کو دیکھتا ہے۔ ان کی آواز کو سنتا ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق جواب دیتا ہے۔ پھر قبر کی جزا و سزا کا ادراک اور احساس کرتا ہے۔ عذاب قبر کی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور اسی پر اجماع امت ہے۔ مزید دلائل بندہ عاجز کی کتاب قبر کی زندگی میں ملاحظہ فرمائیں۔ سردست یہاں ایک حدیث آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

''اخرج ابن ابی الدنیا فی البعث وابو الشیخ فی السنة والحاکم فی الکنی والبیهقی فی کتاب عذاب القبر والاصفهانی فی الحجة وغیرهم عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عمر کیف انت اذا کنت فی اربعة اذرع من الارض فی ذراعین ورایت منکراً ونکیراً فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما منکر ونکیر قال فتانا القبر یبحثان القبر بانیابهما ویطاءن فی استعارهما اصواتها کاالدعو القاصف وابصارهما کابرق الخاطف معها مزربة لو اجتمع علیها اهل منی لم یطیقوا رفعها هی ایسر علیهما من عصای هذه وبید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصیة یحرکها فامتحمناک فان تعالیت اوتلویت ضرباک بها ضربة تصیر بها رسادا قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا علی حالی هذا قال نعم قال اذن اکفیکهما کذا فی الکنز (۱۸، ۱۲۱) واخرجه سعید ابن منصور نحوه حیات الصحابة جلد نمبر ۳ ص ۱۱۹

اخرج ابو داود فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیهقی فی عذاب القبر عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مثله (شرح الصدور) وفی الترغیب للمنذری ذکره بروایة احمد وفی لفظه نعم کهیئتک الیوم فقال عمر بفیه الهجر قال المنذری رواه احمد والطبرانی باسناد جید (ترغیب ج ۴ ص ۱۸۳ احکام القرآن ج ۴ ص ۹۴) وفی الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مثله الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۷۴'' (ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمر تیرا کیا حال ہوگا جب تو زمین کی چار ہاتھ کی جگہ میں ہوگا جو دو ہاتھ چوڑی ہوگی اور منکر نکیر کو دیکھے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منکر نکیر کون ہیں؟ فرمایا قبروں میں امتحان لینے والے فرشتے۔ قبر کو اپنے دانتوں سے کریدیں گے اور ان کے بال پیروں تک لمبے ہوں گے۔ ان دونوں کی آوازیں مانند سخت گرجنے والی بجلی کے ہوں گے اور ان دونوں کی آنکھیں مانند اچک لینے والی بجلی کی ہوں گی۔ ان کے پاس گرز ہوگا جو اتنا وزنی ہوگا کہ اگر منیٰ کے تمام باشندے اس کو اٹھانا چاہیں تو اس کو نہ اٹھا سکیں گے اور یہ گرز ان دونوں فرشتوں کے لئے اٹھانا ایسا آسان ہوگا جیسے میرا یہ عصا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جس کو آپ ہلا رہے تھے وہ دونوں تیرا امتحان لیں گے اگر تو جواب سے عاجز آگیا یا تو نے ذرا بھی انکار کیا تو تجھ کو اس گرز سے ایک ایسی مار ماریں گے جس کی وجہ سے تو راکھ ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اسی حالت پر ہوں گا کیا میرا عقل و ہوش ٹھکانے ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں تیرا عقل اور ہوش ایسے ہوگا جیسے آج ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تب تو میں ان دونوں کے لئے کافی ہوں۔ یعنی پھر میرے لئے جواب دینا کوئی مشکل نہیں۔

''وفی مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مثله مسند بن حنبل ج ۲ ص ۲۶۲، واخرج عبدالرزاق فی مصنفه عن عمرو بن دینار مثله، مصنف عبدالرزاق ص ۵۸۳'' یہ روایت احیاء العلوم الدین للغزالی ج ۴ ص ۵۰۳، اعلام الموقعین لابن قیم ج ۴ ص ۲۸۸، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۷، کتاب احوال القبور للحافظ ابن رجب ص ۱۲، میزان الاعتزال للذہبی ج ۱ ص ۳۹۳، شرح فقہ اکبر لعلی قاری ص ۱۰۲، التذکرۃ للقرطبی ص ۱۴۸، ریاض النضرہ ج ۲ ص ۴۳ میں بھی موجود ہے۔

قارئین کرام! اس قسم کی بیسیوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر و برزخ میں اس عالم کے مطابق مردہ انسان میں کسی نہ کسی درجے میں احساس، ادراک اور شعور رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ قبر کی کارروائی سے متاثر ہوتا ہے اور

چونکہ عذاب قبر یعنی حیات قبر کی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں، لہٰذا یہ حدیثیں بوجہ تواتر کے خود حجت ہیں اور فرداً فرداً ان احادیث پر کلام کر کے ان کو ضعیف بنانے کی کوشش کرنا عبث ہے اور اصول حدیث کو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔

سوال نمبر ۲۲: آپ کے نزدیک تمام افراد انسان موت کے بعد میت کے افراد بن جاتے ہیں یا ان میں بعض بعض ہی میت میں شامل تصور ہونے چاہئیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: بے شک جب انسان پر موت واقع ہو جاتی ہے تو اس پر میت اور مردہ کا اطلاق کرنا درست ہے۔ لیکن عصر ہٰذا کے معتزلہ ایک بہت بڑی علمی غلط فہمی میں مبتلاء ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جب موت یا حیات کی نسبت کسی انسان کی طرف کی جاتی ہے تو بوقت نسبت موت انسان کا جسد عنصری مراد ہوتا اور بوقت نسبت حیات انسان کی روح مراد ہوتی ہے۔ یہ ان لوگوں کی بنیادی غلطی ہے جس پر انہوں نے کئی غلط عمارتیں کھڑی کر رکھی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ موت کی نسبت جب کسی انسان کی طرف کی جاتی تو وہاں صرف جسد عنصری مراد نہیں ہوتا بلکہ روح اور جسد عنصری کا مجموعہ یعنی پورا انسان مراد ہوتا ہے۔ اسی طرح جب حیات کی نسبت کسی انسان کی طرف کی جاتی ہے تو وہاں صرف روح مراد نہیں ہوتی۔ بلکہ روح اور جسد کا مجموعہ یعنی پورا انسان مراد ہوتا ہے۔ لہٰذا موت ثابت ہوگی تو مجموعہ کے لئے اور حیات ثابت ہوگی تو مجموعہ کے لئے دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا: ''انک میت و انہم میتون'' اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کو مخاطب بنا کر آپ کی ذات مبارک یعنی روح اور جسد کے مجموعے کو میت کہا گیا ہے۔ اسی طرح کفار کی شخصیات کو یعنی ارواح اور اجساد کے مجموعہ کو میّتون کہا گیا ہے تو معلوم ہوا میت کا اطلاق صرف جسد عنصری پر نہیں ہو رہا بلکہ روح اور جسد کے مجموعے پر ہو رہا ہے۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: ''وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل'' اس آیت میں بھی ''مات'' اور ''قتل'' کی نسبت آپ ﷺ کی شخصیت کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی روح اور جسد کے مجموعہ کی طرف کی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبے میں جو آتا ہے: ''من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات'' یہاں بھی حضرت محمد ﷺ کی طرف جو موت کی نسبت کی گئی ہے، آپ کی پوری شخصیت یعنی روح اور جسد کا مجموعہ مراد ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں جو آیا ہے: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون'' اس آیت میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے وہ زندہ ہیں۔ ان کو مردہ مت کہو۔ لیکن تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ قتل بھی روح اور جسد کا مجموعہ ہوا اور حیات بھی روح اور جسد کے مجموعہ کو نصیب ہوئی۔ اسی طرح قرآن و حدیث سے بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کی نسبت مکمل انسان کی طرف ہوتی ہے۔ اسی طرح حیات کی نسبت بھی مکمل انسان کی طرف ہوتی ہے۔ لہٰذا نسبت موت کے وقت جسد عنصری مراد لینا اور نسبت حیات کے وقت صرف روح مراد لینا عصر ہٰذا کے معتزلہ کی سوء فہم کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عصر ہٰذا کے معتزلہ جس دلیل سے بھی بعد از مرگ روح کی حیات برزخیہ ثابت کریں گے۔ اس دلیل سے جسد عنصریہ کی حیات بھی ثابت ہوتی چلی جائے گی۔

اطلاق میّت کسی قسم کی حیات کے منافی نہیں ہے

''انک میت و انہم میتون'' جب حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ حیات دنیوی کے ساتھ دنیا میں زندہ موجود تھے اور آپ ﷺ کو آیت میں میت کہا گیا۔ کیونکہ اس وقت آپ ﷺ موت کے لئے محل وقوع بننے

والے تھے اور یہی حال کفار کا تھا، جنہیں میتون کہا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اطلاق میت حیات دنیوی کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ زندہ تھے اور آپ ﷺ کو میت کہا گیا۔ جب اطلاق میت حیات دنیوی کے منافی نہیں ہے تو بطریق اولیٰ حیات قبر و برزخ کے بھی منافی نہ ہوگا۔ آپ اسے اجتماع نقیضین نہ سمجھیں۔ کیونکہ موت پانے والا انسان میت ہے۔ باعتبار عالم دنیا کے اور زندہ ہے باعتبار عالم قبر و برزخ کے۔ پس اس اعتباری فرق کی وجہ سے نہ ان میں تضاد ہے نہ تنافی بلکہ اپنے اپنے موقع اور محل کے اعتبار سے دونوں درست ہیں۔ لیکن چونکہ معتزلہ ان حقائق سے بے خبر ہیں۔ اس لئے تضاد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے۔ ''سخن شناس نہی دلبر خطا ایں جا است''

سوال نمبر ۲۳: موت کے بعد جسم انسانی پر میت کا اطلاق درست ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سوال کا لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ موت بھی مکمل انسان پر وارد ہوتی ہے اور میت کا اطلاق بھی مکمل انسان یعنی روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲۴: موت کے بعد انسان پر میت کا اطلاق ہونا قطعی ہے یا ظنی۔

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے بعد مکمل انسان یعنی روح اور جسد کے مجموعہ پر میت کا اطلاق قطعی اور یقینی ہے۔ اسی طرح الحیات بعد الممات بھی مکمل انسان کے لئے قطعی اور یقینی ہے۔ لیکن یہ حکم اختلاف اعتبار کی وجہ سے ہے۔

سوال نمبر ۲۵: موت کے وقت امساک روح کا حکم قطعی ہے یا ظنی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اصل سوال کا جواب معلوم کرنے سے پہلے بطور تمہید کے ایک بات ذہن نشین فرمالیں تاکہ آئندہ سوالات اور جوابات کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔ امساک روح سائل کی ایک نئی اصطلاح ہے۔ بزعم خویش انہوں نے قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے اخذ کی ہے۔ حالانکہ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ درحقیقت امساک روح کی اصطلاح ان کی خانہ زاد ہے۔ آیت قرآنی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب پہلے وہ آیت لیتے ہیں، پھر اس کا ترجمہ اور مطلب ہوگا۔ پھر سائل کے سوال کا جواب دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز!

آیت: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذلک لاٰیت لقوم یتفکرون'' اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی کہ جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے، جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کے لئے رہا کر دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے جو کہ سوچنے کے عادی ہیں دلائل ہیں۔

اس آیت کا صحیح اور صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکمل انسان یعنی روح اور جسد کے مجموعہ کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ نیند مردے کو جاگ کے بعد پھر دنیا میں بھیج دیتا ہے اور جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا، اس کو دنیا میں واپس نہیں بھیجتا بلکہ اسی عالم میں اس کو بند کر دیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ نیند والا جاگ کر دنیا والی پہلی حالت میں واپس آ جاتا ہے۔ بخلاف موت والے کے کہ وہ دنیا والی پہلی حالت پر نہیں آ سکتا تو یہاں جس چیز کی نفی کی گئی ہے۔ وہ ہے امساک انسان عن العود الی الدنیا اگرچہ اس کی صورت یوں ہوگی کہ روح کا بدن کی طرف ایسا ارسال ہو کہ انسان دنیا والی پہلی حالت میں واپس آ جائے۔ جیسا کہ خواب والے کی روح کا اس کے بدن کی طرف ایسا ارسال ہوتا ہے کہ وہ دنیا والی پہلی حالت پر آ جاتا ہے۔ اب آپ اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کامل واپسی انسان کو دنیا میں واپس آنے سے روک دیا گیا ہے اور اس کا

امساک ہو گیا ہے۔اب یہ وہاں بھی رہے گا،اس عالم میں نہیں آسکتا اور یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ روح کا امساک ہو گیا۔ اب اس کا بدن کی طرف ایسا ارسال نہیں ہو گا کہ ارسال کے بعد پہلی حالت پر آ کر دنیا میں واپس آ جائے تو اس صورت میں بھی ایسے ارسال کی نفی ہے کہ آدمی دنیا والی حالت پر آ جائے اگر ایسا ارسال ہو کہ آدمی دنیا میں واپس نہ آئے بلکہ اسی عالم قبر و برزخ میں رہے۔مثلاً سوال و جواب کے لئے اعادہ روح اور یا جزاء سزاء کے لئے تعلق روح جس کی کیفیت اللہ ہی جانتے ہیں۔کیونکہ امساک سے مراد تو ایسا امساک مراد ہے کہ آدمی دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔الا بخرق العادت!

اگر اشاعت التوحید والسنۃ والوں کو ہماری ان معروضات سے تشفی نہیں ہوتی بلکہ وہ بضد ہیں کہ امساک کا مطلب یہ ہے کہ امساک روح عن البدن سے ہر قسم کا امساک مراد ہے نہ سوال و جواب کے لئے اعادہ ہوتا ہے اور نہ ہی جزا و سزا کے لئے تعلق کیونکہ یہ چیزیں امساک کے خلاف ہیں تو ہم ان کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ تمہارے اس موقف سے تمہارے اپنے مسلک کی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور تمہارے مذہب کی عمارت برقرار رہ ہی نہیں سکتی۔چنانچہ مندرجہ ذیل آیت میں غور فرمائیں:''فیمسک التی قضی علیھا الموت''جس کا صاف معنی یہ ہے بندہ کر لیتا ہے اس کو جس پر موت کا فیصلہ ہوا۔پس مطلب آیت کا یہ ہو گیا۔اللہ تعالیٰ اس کو بند کر لیتا ہے جس پر موت کا فیصلہ کرتا ہے۔اگر تم امساک سے مراد امساک روح لیتے ہو تو موت کا فیصلہ بھی روح پر ہو گا جب روح مر جائیں گے۔تمہاری روحانی زندگی اور برزخی زندگی خود بخود ختم ہو جائیں گی۔کیونکہ تمہاری گاڑی تو روح پر چلتی ہے۔جب روح مر جائے گی تو تمہارے مذہب کی عمارت خود بخود گر جائے گی۔روح پر جب موت کا فیصلہ ہو گا تو نہ روحانی زندگی بچے گی نہ برزخی نیز ہماری ایک گزارش بھی ذہن نشین فرما لیں کہ آیت مذکورہ میں امساک سے مراد امساک روح ہے۔لہٰذا قبر و برزخ میں نہ اعادہ روح ہے نہ تعلق روح ہے۔کیونکہ ایسا عقیدہ امساک روح کے خلاف ہے تو ہم گزارش کریں گے کہ اگر اعادہ روح اور تعلق روح سے امساک روح باطل ہوتا ہے تو حلول روح سے بھی یہ امساک باطل ہو جائے گا۔حالانکہ تم لوگ موت کے بعد جسد مثالی میں روح کے دخول اور حلول کو تسلیم کرتے ہو۔ جہاں تعلق امساک متاثر ہوتا ہے۔وہاں دخول و حلول سے بطریق اولیٰ متاثر ہو گا۔لہٰذا امساک کا ایسا معنی کرنے سے تمہارا اپنا عقیدہ جسد مثالی والا باطل ہو جائے گا۔ورنہ ہمیں قرآن مجید کی نص قطعی اور حدیث متواترہ سے بتایا جائے کہ جسد عنصری سے تعلق مانا جائے تو امساک روح ٹوٹ جاتا ہے اور اگر جسد مثالی میں روح کو داخل کر لیا جائے تو امساک روح نہیں ٹوٹتا۔دیدہ باید! آمدم برسر مطلب اس تمہید کے بعد اس سائل کے سوال کا جواب سنئے۔

محترم موت کے بعد امساک انسان عن العود الی الدنیا کا حکم قطعی ہے۔الا بخرق العادت!

سوال نمبر ۲۶: امساک روح ہو جانے کے بعد جسم عنصری میں حیات دنیوی رہتی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے بعد امساک انسان ہو جاتا ہے اس کے بعد جسد عنصری میں حیات دنیوی نہیں رہتا لیکن قبر و برزخ کی حیات کا دور شروع ہو جاتا ہے۔جن لوگوں نے قبر کی زندگی کو حیات دنیا سے تعبیر کیا ہے۔ان کی مراد یہ ہے کہ قبر و برزخ کی زندگی میں دنیا والا جسد شامل ہے۔

سوال نمبر ۲۷: امساک روح ہو جانے کے بعد جسم عنصری میں ادراک دنیوی رہتی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: امساک روح سائل کی خانہ زاد اختراع ہے۔''فیمسک التی'' کا

مطلب یہ ہے کہ جس انسان پر موت کا فیصلہ ہوجاتا ہے، اس انسان کو اللہ تعالیٰ عالم قبر و برزخ میں روک لیتے ہیں اور عالم دنیا میں واپس نہیں آنے دیتے۔ الاّ ماشاء اللہ باقی رہا ادراک دنیوی وہ تو نہیں رہتا۔ لیکن ادراک برزخی باقی رہتا ہے۔ اسی ادراک برزخی کی وجہ سے قبر کا حساب ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲۸: حیات دنیوی کا زوال قطعی ہے یا ظنی۔

الجواب باسم ملہم الصواب: سوال کا لایعنی تکرار ہے تاہم جواب سن لیجئے۔ بوقت موت حیات دنیوی کا زوال قطعی ہے اور حیات قبر و برزخ کا آغاز بھی قطعی ہے۔

سوال نمبر ۲۹: ادراک دنیوی کا نہ ہونا قطعی ہے یا ظنی۔

الجواب باسم ملہم الصواب: بوقت موت حیات دنیوی اور ادراک دنیوی کا زوال قطعی ہے۔ اسی طرح حیات قبر و برزخ اور اس کے ادراک کا آغاز بھی قطعی اور یقینی ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ سائل کا یہ سوال بھی لایعنی تکرار ہے۔

سوال نمبر ۳۰: وقوع موت کے بعد حیات دنیوی کے قائل کا حکم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: وقوع موت کے بعد قبر و برزخ کی حیات کو بالکل حیات دنیوی کوئی نہیں کہتا اور جن لوگوں نے اس حیات کو حیات دنیوی سے تعبیر کیا ہے۔ ان کی مراد یہ ہے کہ قبر و برزخ کی حیات میں دنیا والا جسد شامل ہے۔ جب قبر و برزخ کی زندگی کو بالکل اور ہر لحاظ سے حیات دنیوی کوئی نہیں کہتا تو فتویٰ کس پر لگایا جائے۔

سوال نمبر ۳۱: وقوع موت کے بعد ادراک دنیوی کے قائل کا حکم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سوال کا لایعنی تکرار ہے تاہم جواب سن لیجئے۔ وقوع موت کے بعد حیات دنیوی اور ادراک دنیوی ختم ہوجاتا ہے اور قبر و برزخ کی حیات اور اس کا ادراک شروع ہوجاتا ہے۔ یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی کو انکار نہیں ہے۔ اب فتویٰ کس پر لگایا جائے۔

سوال نمبر ۳۲: امساک روح کا معنی ہے کہ بدن عنصری کے اندر روح نہیں رہتی۔ اب اعادہ روح کی صورت میں امساک ختم ہوا یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: امساک روح کا معنی ہے کہ بدن عنصری کے اندر روح نہیں رہتی۔ یہ سائل کی گھر کی اصطلاح ہے۔ باقی رہا اعادہ روح فی القبر تو وہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور جمہور اہل سنت کا مسلک ہے اور اسی پر اجماع امت ہے اور قبر میں اعادہ کی صورت میں امساک انسان عن العود الی الدنیا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یعنی انسان عالم قبر و برزخ میں بند رہتا ہے اور وہاں حساب کے لئے اعادہ روح ہوجاتا ہے اور ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۳: امساک روح کا حکم تا قیامت ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے بعد ہر انسان نے عالم قبر و برزخ میں رہنا ہے۔ اس کو دنیا کی طرف واپس آنے سے روک دیا جاتا ہے۔ یہ ہے: ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کا مطلب پس قبر میں حساب کے لئے اعادہ روح ہوجانے کے باوجود ''فیمسک'' کا حکم باقی رہتا ہے۔

سوال نمبر ۳۴: اعادہ روح کی صورت میں امساک کی بجائے ارسال ہوجائے گا یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ سوال بھی لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ قبر و برزخ میں حساب کے لئے اعادہ روح ''فیمسک'' کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت انسان عالم قبر و برزخ میں بند ہوچکا ہے اور اسی

بندش کے باوجود اعادہ روح کے ذریعے اس سے حساب لیا گیا ہے۔ ہاں! اگر حضرت انسان اعادہ روح کے ذریعے قبل از قیامت عالم دنیا میں واپس آجاتا تو ''فیمسک'' کے خلاف ہوتا۔ لیکن اب ''فیمسک'' کے خلاف نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۵: قبل از قیامت میت کے افراد کے لئے ارسال روح کا عقیدہ ہونا چاہئے یا امساک روح کا؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے بعد مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ عالم قبر و برزخ میں رہے گا۔ اس عالم سے نکل کر کوئی شخص عالم دنیا میں نہیں آسکتا۔ مگر جس کو اللہ چاہے بحر حال قانون یہی ہے اور عالم قبر و برزخ میں جزا و سزا کا سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے۔ یہ جزا اور سزا پورا انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ محسوس کرتا ہے۔ ہر انسان کا یہی عقیدہ ہونا چاہئے۔ دلائل کے لئے بندہ عاجز کی کتاب ''قبر کی زندگی'' کا مطالعہ کیجئے۔

سوال نمبر ۳۶: قبل از قیامت بدن عنصری کے اندر روح کا داخل ہوجانا امساک روح کے منافی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ سوال کا لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ جب حضرت انسان پر موت وارد ہوتی ہے تو اس کا روح اور جسد دونوں عالم قبر و برزخ کی چیز قرار پاتے ہیں اور اسی عالم میں حدیثوں کے مطابق اعادہ روح ہوتا ہے جس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ اس اعادہ کی وجہ سے میت سے تین سوال کئے جاتے ہیں۔ پھر جزا سزا کے لئے ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے۔ چونکہ اس اعادہ سے آدمی عالم دنیا میں واپس نہیں آجاتا بلکہ عالم قبر ہی میں رہتا ہے۔ لہٰذا یہ اعادہ روح ''فیمسک'' کے خلاف نہیں ہے۔ ہاں! قیامت کے دن روح کا جسد عنصری کی طرف ایسا ارسال ہوگا کہ حضرت انسان بالکل پہلی حالت پر واپس آجائے گا اور تب ''والبعث بعد الموت'' متحقق ہوگا۔ اب اعادہ روح کے باوجود ایسا نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۷: قبل از قیامت روح کا جسم عنصری سے تعلق تصرف فی الجسم العنصری امساک روح کے منافی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ سوال کا لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ قبر میں بوقت سوال اعادہ روح اور جزا سزا کے لئے تعلق روح ہوتا ہے اور یہ تعلق اور اعادہ ''فیمسک'' کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ انسان اس اعادہ اور اس تعلق کے باوجود عالم قبر و برزخ میں ہی رہتا ہے۔ اگر ایسا ارسال ہوتا کہ انسان پہلی حالت پر آکر دنیا میں واپس آجاتا تو یہ ''فیمسک'' کے خلاف ہوتا ہے اور قبل از وقت والبعث بعد الموت متحقق ہوجاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳۸: امساک روح جس طرح قطعی آیت میں ہے۔ اسی طرح اعادہ روح فی الجسم العنصری قبل از قیامت کیا کسی آیت میں ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: امساک روح کی اصطلاح سائل کی اپنی گھڑی ہوئی ہے۔ قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ روح کا جسد عنصری کی طرف اعادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی تعلق کی نفی کی گئی ہے۔ یہ سب کچھ سائل کی بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ آیت میں فرمایا یہ گیا ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ موت سے دوچار کرتے ہیں تو اس کو عالم قبر و برزخ میں بند رکھتے ہیں۔ باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ امساک روح قطعی آیت سے ثابت ہے۔ اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ قرآن مجید کی سب آیات قطعی ہیں۔ لیکن قطعیت کے ساتھ یہ کسی آیت سے ثابت نہیں کہ عالم قبر و برزخ میں نہ اعادہ روح ہوتا ہے نہ تعلق یہ سب کچھ سائل کی کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ باقی رہا سائل کا یہ پوچھنا کہ کسی آیت سے اعادہ روح ثابت ہے تو گزارش یہ ہے کہ درجنوں آیات اور سینکڑوں احادیث میں بعد از موت روح اور

جسد کا تعلق ثابت ہے اور اسی پر جمہور امت کا عقیدہ ہے۔ سر دست دو آیتیں ملاحظہ فرمایئے: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون'' یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔ اس آیت میں مقتولین فی سبیل اللہ کو زندہ کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ روح اور جسد کے مابین کوئی نہ کوئی تعلق ہے جس کی وجہ مقتولین کو زندہ کہا جا رہا ہے۔

اگر تعلق نہیں ہے تو زندہ کہنے کا کیا مطلب۔ باقی رہی حدیث طیور خضر تو حسب تصریح علماء اسلام سبز رنگ کے پرندے شہداء اسلام کے لئے سواریاں ہیں اور شہداء کرام بشکل انسانی ان سواریوں میں بیٹھ کر جنت کی سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حاجی صاحب جو تازہ تازہ حج کر کے گھر واپس آتا ہے اور رات کو گھر میں سوتا ہے تو خواب میں مکہ اور مدینہ کی سیر کرتا ہے تو اسی طرح شہداء کرام اپنی اپنی قبور میں ہوتے ہوئے سبز رنگ کی سواریوں میں بیٹھ کر سیر کرتے ہیں اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''قال یلیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی و جعلنی من المکرمین'' اس آیت میں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا شخص یہ کلمات بول رہا ہے اور یہاں ''قال'' کے اندر جو ضمیر ہے جو ''رجل'' کی طرف راجع ہے اور ظاہر ہے کہ رجل روح اور جسد کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ روح اور جسد کے مجموعہ مرنے کے بعد بولا اگر تعلق نہیں تو یہ مجموعہ کیسے بولا۔ واضح رہے کہ اعادہ روح بھی ایک خاص قسم کا تعلق ہے جس کی کنہ ہم نہیں جانتے۔ چونکہ مردہ انسان کو دفن کرنے کے بعد حساب و کتاب کے لئے تعاد روحہ فی جسدہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان حدیثوں کو مدنظر رکھ کر اعادہ روح سے اس کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ اس لئے کہ سوال کے وقت یہ تعلق نسبتاً قوی ہوتا ہے اور جزا سزا کے لئے صرف تعلق کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تعلق نسبتاً کم ہو جاتا ہے اور اس تعلق کی وجہ سے مردہ انسان ثواب وعقاب کو محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا اعادہ روح اور تعلق روح میں تضاد نہیں سمجھنا چاہئے۔

سوال نمبر ۳۹: اعادہ روح فی الجسم العنصری قبل از قیامت کس حدیث متواترہ میں ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اعادہ روح فی القبر الی الجسم کی حدیثیں صحاح ستہ وغیرہ کتب میں بکثرت وبتعدد طرق موجود ہیں جن کو علماء اسلام نے بالاتفاق عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر کی بنیاد قرار دیا ہے اور ان حدیثوں کو تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''الاحادیث الصحیحۃ المتواترۃ تدل علی عود الروح الی البدن وقت السوال'' یعنی صحیح اور متواتر حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ (بحوالہ شرح حدیث النزول ص ۵۱)

اور یہی بات امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کی ہے۔ دیکھئے (شرح الصدور ص ۶۰) نیز قاضی شوکانی لکھتے ہیں: ''وقد وردت بذلک احادیث کثیرۃ بلغت حد التواتر'' یعنی کہ اس کے بارے میں بکثرت حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو تواتر کے درجہ کو پہنچتی ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۹۷)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں: ''احادیث متواترہ اند برآنکہ عود می کند روح بسوئے بدن وقت سوال وایں تعلق ہمیشہ می ماند اگرچہ جسد جاں دریدہ و متفرق و منقسم التشکیک'' (فی شرح اثبات الکمت ص ۲۳)

شارح مسلم شریف امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ثم المعذب عند اہل السنۃ الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الروح الیہ او الی جز منہ'' (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۸۶)

سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والجمهور على عود الروح الى الجسد'' (روح المعانی ج ۱۱ جز ۲۱) اور یہی بات (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۰۴ ۷) میں لکھی ہے۔

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہوکر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور رسول کریم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔'' (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۴۸) تحت آیت: ''يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت''

حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عذاب القبر احاديثه تبلغ التواتر المنعوى'' (مرام الکلام فی عقائد الاسلام ص ۶۵) اور امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم العالیہ تواتر کو عام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''خبر متواتر عام اس سے کہ تواتر لفظی ہو یا تواتر طبقہ تواتر قدر مشترک یا تواتر توارث ان میں سے ہر ایک کا انکار ہمارے نزدیک کفر ہے۔''

(ملاحظہ ہو البیان الازہر ص ۱۰۳، ۱۰۴ از حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دیکھئے راہ ہدایت ص ۲۵۲)

(تنبیہ) بندہ عاجز نے جتنے حوالہ جات پیش کیے ہیں کہ جسد کی طرف بوقت سوال قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے۔ یہاں جسد سے جسد عنصری ہی متعین ہے اور کوئی دانشمندان عبارات میں کسی دوسرے جسد کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ ان عبارات میں جسد عنصری کو چھوڑ کر جسد مثالی مراد لینا مرزائیت کو مات دینے کے مترادف ہے۔

الحمد للہ! بندہ عاجز نے سائل کا جواب کما حقہ دے دیا ہے اور اس کا مطالبہ بھی پورا کر دیا ہے۔ اب ماننا یا نہ ماننا سائل کی مرضی ہے۔ ''والله يهدى اليه من ينيب''

تفصیل مزید کے لئے تسکین الصدور، مقام حیات، ہدایۃ الحیران، رحمت کائنات، تسکین الاذکیا اور الحیات بعد الوفات یعنی قبر کی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ ان شاء اللہ! سینے کو ٹھنڈک نصیب ہوگی۔

سوال نمبر ۴۰: اعادہ روح فی الجسم العنصری قبل از قیامت کسی حدیث مشہور میں ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال بھی لایعنی ہے۔ کیونکہ جب تواتر کا مطالبہ کی اور پورا بھی کر دیا گیا تو اب حدیث مشہور کا مطالبہ ایک فضول قسم کی حرکت ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے کہ محدثین نے اعادہ روح فی القبر الی الجسد کی حدیثوں کو جس طرح متواتر کہا، اسی طرح مستفیض اور مشہور بھی کہا ہے۔ چنانچہ مسند احمد کی صحیح حدیث جو کہ شیخین کی شرط پر ہے، جس میں اعادہ روح الی الجسد کی تصریح موجود ہے، کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وقد رواه الامام احمد رحمه الله وغيره وهو حديث اجمع رواه الاثر على شهرته واستفاضته وقال الحافظ ابو عبدالله بن مندة هذا الحديث اسناد متصل مشهور رواه جماعة عن البراء''

یعنی اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور تمام محدثین کا اس کے مشہور اور مستفیض ہونے پر اجماع ہے اور حافظ ابوعبداللہ بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متصل الاسناد اور مشہور ہے اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت نے اس کو روایت کیا ہے۔ (شرح حدیث النزول ص ۴۷)

سوال نمبر ۱۴۱: اعادہ روح فی الجسم العنصری قبل از قیامت اس کون سی حدیث خبر واحد میں ہے جس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہو؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال بھی ایک لایعنی حرکت ہے۔ کیونکہ جب احادیث مشہور، متواترہ سے اعادہ روح ثابت ہو چکا ہے اور اس پر جمہور علماء اسلام قائم ہیں تو پھر خبر واحد کا مطالبہ کرنا لایعنی حرکت نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔ ناانصافی دیکھئے کہ مولانا محمد ایاز صاحب نے اپنے اسی رسالہ میں مجھ ناتواں کو طعنہ دیا ہے کہ انہیں سوال پر سوال کرنے کی لت پڑی ہوئی ہے۔ محترم محمد ایاز صاحب! آپ کو بندہ عاجز کی لت تو نظر آئی۔ لیکن اپنی لت نظر نہ آئی کسی نے سچ کہا کہ بھینس کو دوسروں کی سیاہی تو نظر آتی ہے۔ لیکن اپنی سیاہی نظر نہیں آتی۔ تاہم جواب سماعت فرمائیے۔

ہمارے امام اہل سنت حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ اعادہ روح کی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اس حدیث کا ایک ایک راوی ثقہ اور ثبت ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام فن اور پختہ کار محدثین کرام نے اس سند کے تمام راویوں سے احتجاج کیا ہے اور سو فیصدی حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ اس حدیث کی تصحیح کرتے اور عذاب قبر و نعیم قبر وغیرہ اہم مسائل کے بارے میں اس حدیث کو اہل سنت والجماعت کا مستدل قرار دیتے ہیں۔'' (تسکین الصدور ص ۱۰۶)

حضرت شیخ الحدیث مزید لکھتے ہیں کہ: ''لیکن اس سے قبل کہ اعتراضات اور ان کے جوابات نقل کئے جائیں۔ یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے لے کر تقریباً چوتھی صدی تک اہل السنت والجماعت کے ہر مسلک اور ہر مکتب فکر کے حضرات فقہاء متکلمین اور علماء حق اس عقیدے پر تھے کہ وفات کے بعد قبر میں میت کو جو راحت و کلفت پہنچتی ہے، اس کا تعلق بدن مع الروح کے ساتھ ہوتا ہے اور میت کو ایک گونہ حیات و نوع من الحیوۃ حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کو فہم و شعور اور ادراک عذاب و نعمت ہوتا ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۱۰۷)

پس معلوم ہوا کہ خیر القرون کے تمام مسلمان اعادہ روح کی احادیث صحیحہ کے مطابق ''اعادہ روح فی القبر الی الجسد للسوال'' کے قائل تھے۔ البتہ خیر القرون کے بعد ایک شرذمہ قلیلہ نے اعادہ روح کا انکار کر کے ان احادیث صحیحہ مشہورہ و متواترہ پر جارحیت کی ہے جس کا جواب ہر دور میں علماء حق نے دے کر ان کی جارحیت کو مردود قرار دیا ہے اور عقیدہ اعادہ روح کا تحفظ کیا ہے اور اس آخری دور میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم العالیہ نے منکرین کو جو دندان شکن جواب دیئے ہیں جو وہ دیدنی اور شنیدنی ہیں۔ تسکین الصدور کا ضرور مطالعہ کیجئے۔

سوال نمبر ۱۴۲: خبر واحد معارض کتاب اللہ ہو تو کیا یہ حجت بن سکتی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: خبر واحد اگر بظاہر کتاب اللہ کے معارض ہو اور تطبیق کی کوئی صورت موجود نہ ہو تو کتاب اللہ کو ترجیح ہوگی۔ لیکن یہاں خبر واحد نہیں بلکہ اخبار مشہورہ، متواترہ ہیں اور جن احادیث سے اعادہ روح کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ قطعاً کتاب اللہ کے معارض نہیں ہیں بلکہ موافق ہیں۔ خود قرآن مجید میں پچاس سے زائد ایسی آیات موجود ہیں، جن سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد عالم قبر و برزخ میں مردہ انسان کو جو جزا سزا دی جاتی ہے۔ اس میں روح اور دنیا والا جسد دونوں شامل ہوتے ہیں، جس کی صحیح اور معقول صورت یہی ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک خاص قسم کا تعلق ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں ثواب و عقاب کو محسوس کرتے ہیں۔ وہ

آیات قبر کی زندگی میں ملاحظہ فرمائیں جن میں سے دو آیتیں انہیں جوابات میں بھی پیش کیں گئیں ہیں۔ پس اعادہ روح کی حدیثوں کو کتاب اللہ کے معارض سمجھنا جہالت وحماقت ہے۔ خیر القرون میں اور بعد کے مسلمانوں میں ان حدیثوں کو کتاب اللہ کا معارض نہیں سمجھا۔ لہٰذا شرذمہ قلیلہ کی ذہنی اختراع اور مصنوعی تعارض کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

خیر خواہانہ مشورہ: اے عصر ہذا کے معتزلہ اعادہ روح کی حدیثوں کو کتاب اللہ کا معارض کہنا چھوڑ دو۔ ورنہ یہ سوال تمہیں مہنگا پڑے گا۔ کیونکہ اعادہ روح کے تو تم بھی قائل ہو فرق صرف اتنا ہے کہ تم جسد مثالی کی طرف اعادہ روح کے قائل ہو، جب کہ علماء اسلام فرماتے ہیں۔ قبر و برزخ میں دنیا والے جسد کی طرف اعادہ روح ہوتا ہے۔ اگر تم نے اعادہ روح کی حدیثوں کو کتاب اللہ کا معارض کہہ کر رد کر دیا تو مثالی جسد کی طرف اعادہ روح کی حدیثیں کہاں سے لاؤ گے۔ جس میں اعادہ روح کی بھی تصریح ہو اور جسد مثالی کی بھی اور اسی طرح امساک روح کی بھی اصطلاح چھوڑ دو۔ ورنہ یہ سودا بھی تمہیں مہنگا پڑے گا۔ اگر امساک روح ہوتا ہے تو موت کا فیصلہ بھی روح پر ہوگا اور جب روح پر موت کا فیصلہ ہو جائے گا تو تمہارا عقیدہ مر کر خاک میں دفن ہو جائے گا۔ ذرا سوچو غور کرو۔ دوسروں کے عقیدہ کی تردید میں اتنے اندھے نہ ہو جاؤ کہ دوسروں کے عقیدے کے تردید کرتے کرتے اپنے عقیدہ سے بھی ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔ ''ان فی ذٰلک عبرۃ لاولی الالباب''

سوال نمبر ۴۳: خبر واحد کی بصورت تعارض تاویل ضروری اور کتاب اللہ کو ظاہر پر رکھنا ضروری ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مسئلہ زیر بحث میں اعادہ روح کی حدیثیں قرآن مجید کی کسی آیت کے معارض نہیں ہیں۔ یہ مصنوعی تعارض خیر القرون کے بعد کی نو ایجاد بدعت ہے۔ باقی رہا ایک عام ضابطہ کہ ظاہر تعارض کی صورت میں علماء اسلام نے تطبیق اور تاویل اور ترجیح کی جو صورتیں موقع اور محل کے مطابق بیان فرمائی ہیں۔ البتہ ہر جگہ قرآن کے ظاہری الفاظ کو اور ظاہری مفہوم کو لیا جائے تو ''من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی'' وغیرہ آیات میں مشکلات پیدا ہو جائیں گے۔

سوال نمبر ۴۴: روح جسم عنصری کے اندر تصرف یوں کرے کہ کان سنے آنکھ دیکھے، جسم میں حس وحرکت ہو تو کیا امساک ختم ہو گیا یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: احادیث صحیحہ مشہورہ متواترہ سے جب یہ عقیدہ ثابت ہے کہ مردہ انسان کی طرف عالم قبر و برزخ میں اعادہ روح ہوتا ہے اور حساب والے فرشتے مردہ کو بٹھاتے ہیں۔ حدیث میں ''فیقعد انہ'' کے الفاظ موجود ہیں تو مردہ انسان نکیرین کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اپنے کانوں سے ان کی آواز کو سنتا ہے اور اپنی زبان سے ان کو جواب دیتا ہے۔ بعدہ صحیح جواب دینے والے مردہ کو فرشتے سلا دیتے ہیں۔ حدیث بخاری میں ہے: ''نم صالحا'' حدیث ترمذی میں ہے: ''نم کنومۃ العروس'' اور پھر اس کے لئے راحت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور مجرم کے لئے عذاب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ سب امور کتاب اللہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہیں، جس پر مسلمان کے لئے ایمان لانا ضروری ہے۔ البتہ قبر و برزخ کی یہ کارروائی ایک دوسرے عالم کی کارروائی ہے۔ اس لئے ہماری نظروں سے اوجھل اور مستور رہتی ہے۔ اسی لئے تو قبر کو برزخ کہتے ہیں کہ یہ کارروائی پس پردہ ہوتی ہے۔ البتہ ذہن نشین فرمالیں۔ اس ساری کارروائی کے باوجود مردہ انسان عالم قبر و برزخ میں ہی رہتا ہے۔ لہٰذا ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ مردہ اسی عالم میں بند ہے۔ عالم دنیا میں تو نہیں آیا اگر دنیا میں واپس آجاتا تو پھر امساک کے خلاف ہوتا۔ پس امساک بھی باقی اور قبر و برزخ کی جزا و سزا بھی جاری۔

سوال نمبر ۴۵: میت کے تمام افراد کے لئے امساک روح کا حکم ہے یا بعض کے لئے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال مکرر سہ کرر ہونے کی وجہ سے فضول بے ہودہ اور لا یعنی ہے جس کا جواب بار بار دیا جا چکا ہے۔ تاہم مختصراً اب بھی سن لیجئے۔ امساک روح کی اصطلاح سائل کی خانہ زاد ہے اور اسے ہی مہنگی پڑے گی اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کے جتنے افراد پر بھی موت واقع ہو چکی ہے۔ وہ عالم قبر و برزخ میں بند ہیں۔ یہی ہے امساک کا صحیح مطلب اس امساک سے کوئی فرد بشر مستثنیٰ نہیں ہے۔ الا بخرق العادۃ! ہاں مردہ انسان عالم قبر و برزخ میں ہے اور وہاں سوال کے لئے یا جزا و سزا کے لئے اعادہ روح اور تعلق روح ہو جائے تو یہ ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' سے منافی نہیں ہے اور جو اس کو منافی سمجھے گا اس کی روح مرجائے گی اور روح کی مرنے سے اس کا مذہب بھی مرجائے گا۔

سوال نمبر ۴۶: تمام افراد کے لئے امساک روح کا حکم قطعی ہے یا ظنی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال بھی مکرر سہ کرر ہونے کی وجہ سے لا یعنی عبث ہے۔ تاہم جواب عرض کر دیتے ہیں۔ البتہ حضرت مولانا ابو معاویہ محمد ایاز صاحب کی خدمت میں درخواست ہے کہ مولانا صاحب! امساک روح کی اصطلاح مہربانی فرما کر ترک کر دیں، ورنہ آپ کی روح مرجائے گی اور روح کے مرنے سے جسد مثالی بھی مرے گا۔ پھر حیات برزخیہ کہاں سے ثابت کریں گے۔ مہربانی فرما کر اپنے مذہب پر رحم کریں۔ اس کی بیخ کنی نہ فرمائیں۔ یہ آپ کا غیر دانشمندانہ اقدام ہے۔ اب جواباً گزارش ہے کہ امساک انسان ''عن العود الی الدنیا'' کا حکم قطعی ہے۔ لیکن یہ امساک انسان قبر کی کارروائی کے منافی نہیں ہے۔ امساک بھی رہتا ہے اور قبر کی کارروائی بھی چلتی رہتی ہے۔

سوال نمبر ۴۷: آپ کے نزدیک جسم عنصری کی حیات دنیوی کا قائل امساک روح کا منکر ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا سوال مکرر سہ کرر ہونے کی وجہ سے بے ہودہ تکرار ہے اور ہر بار جواب بھی عرض کیا جا چکا ہے۔ مختصراً اب بھی سن لیجئے۔ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جس انسان پر موت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس کو بند کر لیا جاتا ہے۔ یعنی موت کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت انسان روح اور جسد کے مجموعہ کو عالم قبر و برزخ میں بند کر لیتے ہیں اور دنیا میں واپس نہیں آنے دیتے۔ اب عالم قبر و برزخ میں اعادہ روح کی وجہ سے دنیوی جسم میں جو حیات پیدا ہوتی ہے تو وہ درحقیقت عالم قبر و برزخ کی حیات ہے۔ لہٰذا دنیا والے جسم میں جزا و سزا کے لئے حیات برزخی ماننے سے ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کے خلاف نہیں ہوگا۔ اگر تم حیات قبر و برزخ کو ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کے خلاف سمجھتے ہو تو تمہاری حیات برزخیہ بھی اس کے خلاف ہوگی۔ ''فما ھو جوابکم فھو جوابنا'' ورنہ ہمیں وجہ فرق بتائی جائے کہ دنیا والے جسد میں حیات مانی جائے تو امساک کے خلاف پڑتی ہے اور مثالی جسم میں اعادہ روح تسلیم کیا جائے تو امساک کے خلاف نہیں ہوتا ہے۔ آخر وجہ کیا ہے؟

سوال نمبر ۴۸: جسم عنصری کے ادراک دنیوی کا قائل امساک روح کا منکر ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال مکرر سہ کرر ہونے کی وجہ سے لا یعنی اور فضول ہے۔ مولانا صاحب! امساک روح کی اصطلاح تھوک دیجئے۔ اس سے ہمارے عقیدہ کی صحت پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اس سے

تمہارے مذہب کی صرف صحت نہیں بگڑتی بلکہ تمہارا مذہب موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ تاہم جواب پھر بھی سن لیجئے موت کے بعد مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ عالم قبر و برزخ میں چلا جاتا ہے اور وہاں اس کا امساک ہو جاتا ہے اور وہاں کی کارروائی روح اور جسد کے مجموعہ پر وارد ہوتی ہے۔ کیونکہ سوال کے لئے اعادہ ہوتا ہے اور جزا و سزا کے لئے تعلق روح رہتا ہے۔ اگر عالم قبر و برزخ میں رہتے ہوئے روح اور جسد کے مابین کوئی تعلق مانا جائے۔ وہ اس امساک کے منافی نہیں ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ لہٰذا ایسے عقیدے والے کو امساک کا یا قرآن کا منکر قرار دینا جہالت وحماقت ہے۔ ہاں! جو لوگ روح کو جسم مثالی کی طرف چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ بتائیں کہ ان کا یہ ارسال روح امساک روح کے منافی ہوگا یا نہ ایسے لوگ امساک روح کے منکر ٹھہریں گے یا نہ فیصلہ خود فرمائیں کہ فتویٰ کس پر لگایا جائے۔

سوال نمبر ۴۹: ''اللہ یتوفی الانفس'' میں لفظ الانفس معرف باللام عام کے الفاظ سے ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! الانفس تمام انسانوں کو عام ہے۔ لیکن سوال یہ ہے الانفس سے مراد صرف روح ہے یا روح اور جسد کا مجموعہ اگر مکمل انسان مراد ہے تو بے شک سارے انسان مر کر عالم قبر و برزخ میں منتقل ہو جاتے ہیں اور وہاں ان کو ایک خاص قسم کی حیات برزخیہ نصیب ہوتی ہے جس کی وجہ روح اور جسد دنیوی دونوں جزا و سزا کو محسوس کرتے ہیں۔ یہی عقیدہ کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اگر آپ بلا دلیل الانفس سے ارواح مراد لیتے ہیں تو اس سے ہمارے صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو پھر لازماً ''قضی علیھا الموت'' بھی ارواح کے متعلق ہوگا جس سے تمہاری ارواح مریں گی اور ارواح کی موت کے ساتھ جسم مثالی مصنوعی مرے گا نہ رہے گی روح نہ رہے گا جسم۔ مثالی مصنوعی اور نہ رہے گی مذعومہ حیات برزخیہ۔

مولانا صاحب! شیشے کے کمرے میں بیٹھ کر دوسروں کو پتھر مارنے والے کبھی بھی اپنے شیشے کا مکان نہیں بچا سکتے۔ ذرا سوچ کر اور سنبھل کر جواب دینا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں ۔۔۔ لو اپنے دام میں خود صیاد آ گیا

سوال نمبر ۵۰: عام اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔ کیا یہ شمولیت قطعاً و یقیناً ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الانفس انسان کے تمام افراد کو شامل ہے۔ ہر موت پانے والا انسان اپنے روح اور جسد سمیت عالم قبر و برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے اور وہاں کی جزا و سزا کو محسوس کرتا ہے اور ثواب و عقاب کا اس کو ادراک ہوتا ہے اور یہ عقیدہ کتاب سنت اور اجماع امت کے مطابق ہے اور جو لوگ عذاب قبر کی صحیح صورت کے منکر ہیں وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع امت کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔

سوال نمبر ۵۱: انفس کا انبیاء و رسل علیہم السلام صحابہ رضی اللہ عنہم اولیاء اتقیاء اور تمام امتی چاہے مومن ہوں یا کفر کو اس کا شمول قطعی ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کے تکرار بے کار کے باوجود جواب ملاحظہ فرمائیں۔ انفس میں تمام انبیاء و رسل علیہم السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم، اولیاء اتقیاء شامل ہیں۔ الغرض موت سے کسی کو کوئی چارہ نہیں ہے۔ البتہ موت عدم محض کا نام نہیں ہے بلکہ بقول شیخ نیلوی ایک دار سے دوسرے دار کی طرف منتقل ہو جانے کا نام ہے۔ یعنی ہر انسان موت کے بعد روح اور جسد سمیت عالم دنیا سے عالم قبر و برزخ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہاں سب کو ثواب و عقاب کے لئے درجہ بدرجہ حیات

حاصل ہوتی ہے اور قبر و برزخ کی یہ حیات حضرات انبیاء کے لئے ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ ان کی ازواج مطہرات سے کوئی شخص نکاح نہیں کرسکتا اور ان کی مالی وراثت بھی تقسیم نہیں ہوتی اور ان کے اجسام مبارکہ ان کی قبور میں تروتازہ اور محفوظ رہتے ہیں اور قریب سے پڑھا جانے والا درود وسلام سنتے اور جواب دیتے ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔ اسی پر اجماع امت ہے۔ یالغرض حیات قبر کا یہ عقیدہ قطعی ہے۔

سوال نمبر ۵۲: انسان کے تمام افراد کو بشمول قطعی ہونے کی صورت میں ان میں سے کسی بھی فرد کے مستثنیٰ کرنے کے لئے قطعی دلیل کی ضرورت ہوگی یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کا حکم تمام انسانوں کے لئے قطعی ہے۔ موت سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ البتہ موت موت میں فرق ہے۔ اسی طرح الحیات بعد الوفات کا عقیدہ بھی قطعی ہے۔ ان دونوں عقیدوں کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ واضح رہے کہ سائل کا یہ سوال بھی تکرار بے کار ہے۔

سوال نمبر ۵۳: میت کے تمام افراد کا قانون امساک روح ہے جو شخص تمام افراد میت میں رد روح اعادہ روح کا قائل ہو، اس کا ایسا عقیدہ مخالف قرآن ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: وقوع موت کے بعد مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ عالم دنیا سے عالم قبر و برزخ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ روح اور جسد دونوں عالم قبر و برزخ کی چیز بن جاتے ہیں۔ ''فیمسک التی قضی علیہا الموت'' کا مطلب یہ ہے کہ موت پا جانے والا انسان عالم قبر و برزخ سے عالم دنیا میں واپس نہیں آتا ہے۔ یہ ہے امساک کا صحیح مطلب۔ باقی رہا عالم قبر و برزخ میں ہوتے ہوئے رد روح اور اعادہ روح کا عقیدہ وہ تو قرآن مجید کی کسی آیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت شدہ عقیدہ ہے جس کا منکر متواترات کا منکر ہے۔

سوال نمبر ۵۴: میت کے تمام افراد کا قانون امساک روح ہے جو شخص بعض افراد میت میں رد روح اعادہ روح کا قائل ہو اس کا ایسا عقیدہ مخالف قرآن ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: قارئین کرام! بندہ عاجز سائل کے تکرار بے کار سے اکتا چکا ہے اور جواب اس لئے دیا جارہا ہے کہ سائل کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ کہنے لگے کہ میرے فلاں سوال کا جواب نہیں دیا گیا تو جواباً عرض ہے کہ موت کے بعد روح اور جسد کے مجموعہ کو میت کہتے ہیں اور یہ دونوں عالم قبر و برزخ میں پہنچ چکے ہیں۔ قانون خداوندی یہ ہے کہ موت پانے والا مکمل انسان عالم دنیا میں واپس نہیں آتا۔ باقی رہا عالم برزخ میں ہوتے ہوئے اعادہ روح اور تعلق روح تو وہ متواترات سے ثابت ہے اور کسی نص قطعی کے خلاف نہیں ہے اور اس تعلق روح اور اعادہ روح کا منکر قطعیات کا منکر ہے۔

سوال نمبر ۵۵: میت کا ثواب وعذاب بعد موت قبل از قیامت برحق ہے۔ اب اس کی تفصیل میں نہ پڑنا بلکہ اسے مفوض الی اللہ سمجھنا حق ہے یا باطل؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الحمدللہ! کہ مولانا محمد ایاز صاحب نے موت کے بعد اور قیامت سے پہلے عذاب وثواب میت کو حق قرار دے دیا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ مولانا محمد ایاز صاحب بعد موت جسد عنصری کو میت کہتے ہیں تو ماشاء اللہ مولانا محترم نے جسد عنصری کے عذاب کو تسلیم کرلیا۔ باقی ان کا یہ کہنا کہ تفصیلات کو مفوض الی اللہ کرنا چاہئے تو اس میں کچھ تفصیل ہے۔ مثلاً جو باتیں قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہیں، جیسے

میت کا قبر میں بٹھانا اس سے سوالات کرنا، سوالات سن کر میت کا صحیح یا غلط جواب دینا میت کی پسلیوں کا ایک دوسرے میں گھس جانا میت کا قبر میں فریاد کرنا یا مزے سے سونا روح کا قبر میں جسد کی طرف اعادہ اور قبر کی جزا وسزا میں روح اور جسد دونوں کا شریک ہونا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں نماز وغیرہ اعمال کرنا۔ چونکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا ان تفصیلات کو ماننا ضروری ہے اور جو امور اس عالم کے ہمیں نہیں بتائے گئے صرف انہیں مفوض الی اللہ کرنا حق ہے اور جو تفصیلات بتائی گئیں ہیں ان کا انکار کرنا ناحق اور باطل ہے۔

مولانا محمد ایاز صاحب سے ایک سوال مولانا صاحب! آپ نے عذاب میت یعنی جسد عنصری کے عذاب کو تسلیم کر لیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جسد عنصری کا یہ عذاب وثواب بتعلق روح ہے یا بغیر تعلق کے ہے۔ اگر آپ کے نزدیک جسد عنصری کو بغیر تعلق کے عذاب وثواب ہوتا تو اس کو تو ہمارے علماء اسلام نے سفسطہ قرار دیا ہے اور اگر آپ جسد عنصری کے عذاب وثواب کو تعلق روح کے ذریعے مانتے ہیں تو یہی اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قبر میں بتعلق روح میت کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ لیکن اس عقیدہ کو تسلیم کر لینے سے آپ کے سابقہ تمام سوالات باطل ٹھہریں گے۔ بہرحال آپ کے ہاں جو بات بھی حق ہو، اس کی وضاحت فرما دیں۔ بندہ جواب کا منتظر ہے۔

سوال نمبر ۵۶: میت کے لئے نوع من الحیوۃ مسلم ہے۔ لیکن اعادہ کا منکر اس کا حکم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الحمدللہ! مولانا محمد ایاز صاحب اشاعتی نے میت کے اندر نوع من الحیوۃ کو تسلیم کر لیا ہے اور یہی بات ہمارے فقہاء اسلام نے بھی کتب فقہ میں لکھی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر میت کی طرف اعادہ روح تسلیم نہ کیا جائے تو یہ نوع من الحیوۃ کیسے ثابت ہوگی۔ آپ کا میت میں نوع من الحیوۃ تسلیم کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ میت کے ساتھ روح کا کسی نہ کسی درجہ میں تعلق رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے میت کے اندر ایک خاص قسم کی حیات پیدا ہوتی ہے۔ باقی جو شخص قبر میں میت کی طرف اعادہ روح کا انکار کرتا ہے، وہ درحقیقت متواترات کا انکار کرتا ہے۔

سوال نمبر ۵۷: متکلمین اسلام نوع من الحیوۃ کے قائل ہیں اور اطلاع میت کے بھی قائل ہیں۔ کیا آپ بھی یہ اطلاق درست مانتے ہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مولانا محمد ایاز صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو حق بات کہنے پر جزائے خیر عطاء فرمائے۔ البتہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس انسان پر موت واقع ہو چکی ہے وہ مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ میت ہے۔ باعتبار عالم دنیا کے اور زندہ ہے۔ باعتبار عالم قبر وبرزخ کے اس اعتباری فرق کی وجہ سے یہ دونوں باتیں اپنے اپنے مقام پر صحیح ہیں۔ ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے۔

سوال نمبر ۵۸: تمام اموات کے لئے نوع من الحیوۃ ہے۔ سو اس سے مراد برزخی حیات ہے یا دنیوی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: تمام اموات کے لئے عالم قبر وبرزخ کی حیات، حیات برزخی ہے اور جن حضرات نے اس کو حیات دنیوی کہا ہے، ان کی مراد بھی صرف اتنی ہے کہ حیات برزخیہ میں دنیا والا جسد شامل حیات ہے۔ البتہ حیات برزخیہ کے درجات متفاوت ہیں۔ حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ اتنی قوی تر ہے کہ دنیا تک اس کے اثرات پہنچتے ہیں۔ مثلاً وراثت کا تقسیم نہ ہونا ازواج مطہرات کے ساتھ حرمت نکاح وغیرہ۔

سوال نمبر ۵۹: نوع من الحیوۃ تمام افراد کے لئے ہے یا بعض کے لئے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ نوع من الحیوۃ تمام مردہ انسانوں کے لئے ثابت ہے۔ البتہ درجات میں تفاوت ہے۔ حضرات شہداء کرام کی یہ حیات اتنی قوی ہے کہ ان کو مردہ کہنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کرام کی حیات سے بھی قوی تر ہے۔ بلکہ حیات دنیوی سے بھی فائق ہے۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

سوال نمبر ۶۰: جو شخص تمام اموات کے لئے نوع من الحیوۃ کا قائل ہو اور درجات کا فرق مانتا ہو، اس کا حکم آپ کے نزدیک کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: یہ عقیدہ صحیح ہے۔ بشرطیکہ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کسی دوسری گمراہی میں مبتلاء نہ ہو۔

سوال نمبر ۶۱: ثواب وعذاب کے بیان میں متکلمین اسلام نے نوع من الحیوۃ سے کون سی حیات مراد لی ہے حیات برزخی یا دنیوی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: قبر کے اندر مردہ انسان کو جو خاص قسم کی حیات حاصل ہے، وہ حیات برزخیہ ہے۔ جن علماء نے اس کو حیات دنیوی سے تعبیر کیا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ دنیا والا جسد اس حیات میں شامل ہے۔

سوال نمبر ۶۲: ثواب وعذاب کے بیان میں متکلمین اسلام نے نوع من الحیوۃ کی دونوں مذکورہ بالا صورتوں میں سے جو مراد آپ کے نزدیک لی ہے، وہ تمام کے لئے ہے یا بعض کے لئے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ سوال کا لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔

تمام انسانوں کو موت کے بعد عالم قبر و برزخ میں جزا وسزا کے لئے جو حیات حاصل ہوتی ہے وہ سب کے لئے حیات برزخیہ ہے اور اس حیات میں دنیا والا جسد شامل ہے۔ البتہ درجات میں بہت بڑا فرق ہے۔

سوال نمبر ۶۳: متکلمین اسلام نے نوع من الحیوۃ میں قدر ما یتالم او یتلذذ کی قید لگائی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: بعض متکلمین اسلام نے یہ قید مذکور لگائی ہے۔ لیکن ان حضرات کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں اتنی حیات ضرور ہوتی ہے کہ مردہ انسان دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے۔ بہر حال اتنی حیات تو ضرور ہوتی ہے کہ اگر قرآن وحدیث سے کوئی اور امور بھی ثابت ہو جائیں تو فقہاء اسلام اس کا انکار نہیں کر رہے اور آپ حضرات کا قبر کے اندر موتیٰ کے لئے اتنی حیات تسلیم کر لینا بھی ہمارے لئے غنیمت ہے۔

سوال نمبر ۶۴: متکلمین اسلام نے میت کے اندر کون سی حیات مراد لی ہے؟ حیات برزخی اور برزخی احساس یا دنیوی حیات اور دنیوی احساس؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مرنے کے بعد ہر مردہ انسان عالم دنیا سے نکل کر عالم قبر و برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے۔ مردہ کا روح اور جسد برزخ کی چیزیں ہیں، جن علماء اسلام نے اس حیات برزخیہ کو حیات دنیوی سے تعبیر کیا ہے۔ ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر لحاظ سے اور ہر طرح سے وہ حیات دنیوی ہے۔ بلکہ حیات دنیویہ کہنے سے ان کا مطلب یہ ہے کہ اس حیات برزخیہ میں دنیا والا جسد شامل ہے۔

سوال نمبر ۶۵: اس موجودہ اور محسوس دنیا کے کسی انسان کی ضرب کا احساس میت کو ہوتا ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اہل دنیا کی مار پیٹ کا مردہ انسان کو ادراک ہوتا ہے یا نہ، اس بارے

میں ہمیں بہت کچھ نہیں بتایا گیا اور جو امور وضاحت کے ساتھ ہمیں نہیں بتائے گئے، انہیں سپرد خدا کرنا چاہئے۔ البتہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث مسند احمد وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان کسر عظم المومن میتاً مثل کسرہ حیاً'' (مسند احمد ج ۷ ص ۸۷)

ایک شخص کو حضور اکرم ﷺ نے قبر پر تکیہ لگائے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''لا توذ صاحب ھذا القبر'' (مشکوۃ ص ۱۴۹)

اس قسم کی روایات سے محسوس ہوتا ہے کہ اہل قبور کو اہل دنیا کی بے اصولیوں سے تکلیف کا پہنچنا خارج از امکان نہیں ہے۔ لیکن اگر اہل دنیا کی مار سے میت کو تکلیف نہ بھی ہو تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ میت کو عذاب قبر بھی نہیں ہوتا، سراسر غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ بلکہ نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا ہے۔ کیونکہ میت کے لئے عذاب قبر تو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ جس کو سائل بھی گزشتہ سوال میں تسلیم کر چکا ہے۔

مسئلہ یمین: فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ میں فلاں شخص کے ساتھ کلام نہیں کروں گا یا اس کو ماروں گا تو یہ اس کی حیات دنیوی کے ساتھ مقید ہوگا۔ اگر موت کے بعد اس سے کلام کی یا اس کو مارا تو حانث نہ ہوگا۔ اس مسئلہ سے بھی عذاب میت کی نفی پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے اور عرف عام میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ مردہ کو مارنے سے تکلیف نہیں ہوتی۔ جب کہ شریعت میں یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مردہ انسان کو قبر میں عذاب یا راحت ہوتا ہے۔

<u>سوال نمبر ۶۶</u>: متکلمین اسلام کے ہاں میت کی حیات برزخی احساس برزخی عذاب وثواب برزخی ادراک وشعور برزخی ہے۔ دنیوی حیات دنیوی احساس دنیوی اور ادراک وشعور دنیوی عذاب وثواب نہیں۔ سو کیا آپ اس کو مانتے ہیں؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: الحمد للہ! سائل نے یہاں پھر تسلیم کر لیا کہ میت کے اندر حیات برزخی واحساس برزخی، عذاب وثواب برزخی، ادراک وشعور برزخی ہوتا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ البتہ اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اعادہ روح اور تعلق روح کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب کہ سائل ابھی تک اعادہ اور تعلق روح کے انکار پر مصر چلا آرہا ہے۔ حالانکہ فقہاء دین اور متکلمین اسلام فرماتے ہیں بغیر تعلق روح کے مردہ کی جزا وسزا کا عقیدہ رکھنا سفسطہ ہے۔

بہر حال میت میں ادراک شعور وغیرہ بتعلق روح ہی ہوتا ہے اور عذاب قبر کی یہی صورت معقول ہے اور کتاب وسنت اسی پر ناطق ہے اور اجماع امت اسی پر ہے اور اس تعلق کا کوئی سنی مسلمان منکر نہیں ہے۔ بہر حال ہمیں یہ تسلیم ہے کہ قبر کی حیات اور اس کے لوازمات برزخی ہی کہلائیں گے۔ کیونکہ مردہ انسان عالم برزخ میں ہے۔ لیکن اس حیات برزخی ادراک وشعور برزخی میں دنیا والا جسد شامل ہے۔ اس حقیقت کو ایک مثال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ عالم خواب میں چلا جانے والا شخص جب کوئی خواب دیکھتا ہے تو اس کے اندر عالم خواب کی حیات اور عالم خواب کا ادراک وشعور سب کچھ موجود ہوتا ہے۔ لیکن عالم خواب کی حیات اور اس کا ادراک وشعور اسی دنیا والے جسد سے متعلق رہتا ہے۔ اسی طرح قبر وبرزخ کی حیات اور ادراک وشعور وغیرہ سب کچھ دنیا والے جسد سے متعلق ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دنیا کی حیات اور اس کے لوازمات اہل دنیا کے لئے محسوس ومبصر ہوتے ہیں۔ بخلاف قبر وبرزخ کی زندگی اور اس کے لوازمات کے کہ وہ عموماً محسوس ومبصر نہیں ہوتے۔

کچھ المہند کی عبارت کے بارے میں

قارئین کرام! سائل کا بہ تکرار یہ سوال کرتے چلے جانا کہ حیات برزخی ہے یا حیات دنیوی اس بات کی متقاضی کرتا ہے کہ وہ المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند کی ایک عبارت کے بارے میں کچھ ہم سے کہلوانا چاہتا ہے تو لیجئے بندہ عاجز المہند کی عبارت کی وضاحت پیش کر دیتا ہے۔ المہند میں حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر کے بارے میں یہ جملہ لکھا ہے: ''دنیویة لا برزخیة'' عصر ہذا کے معتزلہ المہند کی پوری عبارت سے صرف نظر کر کے صرف اس ایک جملے کو لے کر شور مچاتے ہیں۔ اعتراض کرتے ہیں اور آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ دیکھو جی المہند میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر دنیوی ہے برزخی نہیں ہے۔ پھر اس پر طعن وتشنیع کی ایک بہت بڑی عمارت کھڑی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ ان لوگوں کے سوء فہم کا نتیجہ ہے اور ایک ادھوری عبارت پر گرفت ہے۔ درحقیقت ہمارے اکابر رحمہم اللہ حیات قبر کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔ قطعاً انکار نہیں کرتے۔ باقی جو انہوں نے ''لا برزخیة'' کہا ہے، اس کا مطلب المہند کی اگلی عبارت میں واضح لکھا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ ایسی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام موتیٰ کو بلکہ ان کی حیات برزخیہ بدرجہا فائق اور اعلیٰ وارفع ہے تو ہمارے حضرات مطلقاً حیات برزخیہ کا انکار نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ وہ عام موتیٰ کی حیات برزخیہ کی طرح نہیں ہے۔ باقی رہا ہمارے اکابر کا اس حیات برزخیہ کو حیات دنیویہ کہنا تو اس سے مراد صرف اتنی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ میں اور ادراک برزخیہ میں دنیا والا جسد شامل ہے۔

بایں طور کہ روح اقدس کا جسم اطہر سے ایسا تعلق ہے کہ آپ ﷺ کے جسم میں حیات بھی ہے۔ ادراک وشعور بھی ہے۔ چونکہ آپ ﷺ عالم برزخ میں ہیں تو اس حیات کو اور اس ادراک وشعور کو برزخیہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ المہند میں بھی یہ بات واضح طور پر لکھی ہوئی ہے کہ آپ ﷺ کی حیات قبر بایں معنی حیات برزخیہ بھی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ عالم برزخ میں ہیں تو معلوم ہوا کہ المہند علی المفند میں موجود عقائد اہل سنت والے ہیں اور اس کا کوئی عقیدہ اہل سنت کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وضاحت فرما دی ہے۔ پس المہند اور اس کے مصدقین پر کسی قسم کی اعتراض بازی نہ کرنی چاہئے۔

<u>سوال نمبر ۶۷</u>: میت کا اس دنیا سے تعلق ختم ہے۔ دنیا والوں کی پکار سلام و پیغام وغیرہ نہیں سنتے اور یہ اشاعتی کہتے ہیں۔ آپ بتائیں کیا آپ اس کے منکر ہیں یا مقر؟

<u>الجواب باسم ملہم الصواب</u>: اشاعتیوں کا یہ نظریہ کہ اہل قبور کا اہل دنیا سے تعلق بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ادھر کی کوئی بات ادھر نہیں جاتی اور ادھر کی کوئی بات ادھر نہیں جاتی۔ غیر مسلم ہے۔ ہاں! بعض امور ایسے ہیں کہ جن میں اہل قبور کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن سب امور ایک جیسے نہیں ہیں۔ دیکھئے سورۃ یٰسین میں ایک مرد مومن رسولوں کی جماعت کی نصرت کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔ بعد از شہادت وہ بولا: ''یٰلیتَ قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین'' اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ بول دنیا کو سنا دیا۔ قرآن مجید میں ''ولا تحسبن الذین قتلوا'' کی تفسیر میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب شہداء کرام کا جنت میں بہت بڑا اعزاز واکرام کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا کوئی ہے جو ہمارے حالات کی خبر ہمارے متعلقین دنیا تک پہنچا دے۔ تا کہ وہ ہم پر غم نہ کریں۔ وہ بھی جہاد میں کوشش

کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تمہاری یہ خبر ان کو پہنچا دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی گئی۔ اسی طرح ''ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم'' میں بھی یہی کچھ بتایا گیا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے کئی واقعات موجود ہیں کہ ایک شخص فوت ہونے والا ہے اور دوسرا شخص اس کو کہتا ہے کہ میری طرف سے حضور ﷺ کو سلام عرض کرنا یا کسی دوسرے عزیز کے بارے میں کہا کہ اس کو میرا سلام کہنا اسی طرح اہل دنیا کا سلام اہل قبور تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح اہل دنیا کی دعا اہل قبور کو فائدہ دیتی ہے۔ اسی طرح اموات کی طرف ایصال ثواب کا عقیدہ صحیح ہے۔ یعنی موتی تک اہل دنیا کا بھیجا ہوا ثواب پہنچ جاتا ہے۔ ان حقایق سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض امور میں اہل قبور اور اہل دنیا کے مابین رابطہ بالکل منقطع نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا فیصلہ کن بات یہ ہے جہاں جہاں رابطہ ثابت ہے، وہاں وہاں رابطہ تسلیم کر لیا جائے اور جہاں ثابت نہیں ہے وہاں قیاس آرائی سے کام نہ لیا جائے بلکہ سپرد خدا کر دیا جائے اور موتی کا دفن کرنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کا سننا اور زائرین کے سلام کو سننا اسی طرح قلیب بدر کے کفار کا حضور اکرم ﷺ کی باتوں کو سننا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا ان امور کے ماننے میں ہمیں کوئی تامل نہیں ہے۔ ہاں! جو لوگ مشرکانہ پکار کرتے ہیں، غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔ شرکیہ افعال کرتے ہیں۔ ان سے اہل قبور کو کوئی رابطہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۶۸: متکلمین اسلام کے ہاں ''قدر ما یتالم ویتلذذ'' کا قول تمام اموات کو شامل ہے نہ کہ بعض کو یعنی انبیاء و امتی کا کوئی فرق نہیں کیا۔ تمہارے ہاں فرق ہے یا نہ اگر ہے تو کیوں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: بڑی خوشی کی بات ہے کہ سائل نے متکلمین اسلام کے ارشاد کے مطابق ہر میت میں حیات کی اتنی مقدار تسلیم فرمالی کہ وہ رنج و راحت کو محسوس کرتی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ صرف رنج و راحت کو محسوس کرتی ہے یا کچھ اور کو بھی اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ متکلمین اسلام حصر نہیں فرما رہے۔ بات چونکہ عذاب قبر کی چل رہی تھی۔ اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ ہر مردہ میں اتنی حیات ہوتی ہے کہ وہ رنج و راحت کو محسوس کرتا ہے۔ باقی امور کی وہ نفی نہیں فرما رہے۔ لہٰذا مردہ انسان کے لئے قبر میں جو کچھ قرآن و حدیث سے ثابت ہے وہ سب حق اور سچ ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ عذاب و راحت کا مفہوم وسیع تر ہے۔ عذاب میں عذاب کے سب اسباب آ گئے اور راحت میں راحت کے سب اسباب آ گئے۔ پس سلام سننا بھی من جملہ اسباب راحت ہے۔ باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ انبیاء اور امت کا کوئی فرق نہیں۔ یہ بات خود سائل کے سوال (۲۰) کے مخالف ہے۔ سائل خود لکھ چکا ہے کہ درجات کا فرق مانتا ہوں۔ یہاں فرق کو تسلیم کرتا ہے۔ وہاں فرق کا انکار کرتا ہے۔ سچ کہتے ہیں ؎

دروغ گورا حافظہ نہ باشد

سوال نمبر ۶۹: میت کے عذاب و ثواب کے لئے متکلمین اسلام کے ہاں کیا اعادہ ضروری ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! تمام علماء اسلام کے ہاں میت کی جزا و سزا کے لئے تعلق روح اور اعادہ روح ثابت اور ضروری ہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ صریحہ متواترہ سے یہ عقیدہ ثابت ہے۔

قارئین کرام! سائل کے سامنے شرح عقائد کی یہ عبارت ہے: ''والجواب انہ یجوز ان یخلق اللہ تعالیٰ فی جمیع الاجزاء او فی بعضھا نوعاً من الادراک والحیوۃ قدر ما یدرک الم العذاب او لذۃ التنعیم وبھذا لا یستلزم اعادۃ الروح فی البدن'' (شرح عقائد مع النبراس ص ۲۰۸)

درحقیقت شرح عقائد میں عقیدہ عذاب قبر کو بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسی قبر میں مردہ انسان کے پاس منکر نکیر دو فرشتے آتے ہیں اور میت سے سوال کرتے ہیں اور اس کے بعد جزا و سزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ روافض اور بعض معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ قبر میں مردہ جماد ہے نہ اس میں حیات ہے، نہ ادراک تو عذاب قبر اس کو کیسے ہوتا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں کہا گیا کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں اتنی حیات اور اتنا ادراک پیدا کر دے کہ وہ نعمتوں کی لذت کو اور عذاب کی تکلیف کو محسوس کرے اور اس سے اعادہ روح بھی لازم نہیں آتا۔

حضرات گرامی! یہ ہے شرح عقائد کی وہ عبارت جس سے سائل نے یہی سمجھا کہ متکلمین اسلام میت میں ادراک اور حیات کے تو قائل ہیں، لیکن وہ اعادہ روح کے قائل نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ سائل کا سوء فہم ہے۔ درحقیقت اس نے متکلمین اسلام کی بات کو سمجھا ہی نہیں۔ چنانچہ شرح عقائد کے شارح علامہ عبدالعزیز پرہاروی ﷫ اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وعندی فی هذا الجواب بحث وهو ان الاحاديث الصحيحة ناطقة بان الروح يعاد فی الجسد عند السوال فالجواب بانكار الاعادة غير موجه“ (شرح عقائد مع العبر اس ص ۲۰۹) یعنی میرے نزدیک اس جواب میں بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ بے شک احادیث صحیحہ اس بات پر ناطق ہیں کہ قبر میں سوال کے وقت اعادہ روح ہوتا ہے۔ پس اعادہ روح کا انکار کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس تردید کے ساتھ علامہ پرہاروی ﷫ شرح عقائد کی مذکورہ بالا عبارت کا صحیح مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وحاصل الجواب ان المستلزم لاعادة الروح انما هو الحيوة الكاملة واما ادراک الالم واللذة فيمكن ان يحصل بادنى تعلق للروح بالبدن سواء كان الروح فوق السماء السابعة او محبوساً فی سجين“ (شرح عقائد مع العبر اس ص ۲۰۹) یعنی شرح عقائد میں جو یہ جواب دیا گیا ہے کہ میت میں اتنی مقدار حیات ادراک کی تسلیم کرنے سے جس سے وہ رنج وراحت کو محسوس کرے...... سے اعادہ روح لازم نہیں آتا۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں حیات کاملہ کی نفی کرنا مقصود ہے۔ یعنی قبر میں ایسے طریقہ سے کاملاً اعادہ روح ہو جائے کہ میت میں حیات کامل آجائے۔ یعنی وہ دنیا والی پہلی حالت پر آجائے۔ حتیٰ کہ والبعث بعد الموت قبل از وقت متحقق ہو جائے تو ایسا اعادہ قبر میں نہیں ہوتا بلکہ روح کا بدن کے ساتھ ادنیٰ قسم کا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ نکیرین کے سوالات کو سنتا اور جواب دیتا ہے اور رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ خواہ روح سجین میں ہو یا آسمان میں ہو۔ بہرحال اس کا بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے تو معلوم ہوا کہ ”هذا لا يستلزم اعادة الروح فی البدن“ کا مطلب اعادہ کاملہ کی نفی کرنا ہے نہ کہ ہر قسم کے اعادہ کی۔ اور علماء اسلام بھی یہی فرماتے ہیں کہ قبر میں ایسا اعادہ روح نہیں ہوتا جس سے آدمی دنیا والی پہلی حالت پر واپس آجائے۔ بلکہ غیر معلوم الکیفیت اعادہ ہوتا ہے جس سے مردہ انسان نکیرین کے سوال کو سمجھتا ہے، جواب دیتا ہے اور عذاب وراحت کو محسوس کرتا ہے اور وہاں عالم قبر و برزخ میں ہی رہتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ علماء اسلام اور متکلمین اسلام ایک موقف رکھتے ہیں۔ ان کی باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے اور اس کے ساتھ سائل کی کج فہمی بھی ظاہر ہوگی کہ اس نے متکلمین اسلام کی عبارت سے یہ سمجھا کہ وہ ہر قسم کے اعادہ روح کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہر قسم کے اعادہ روح کا انکار نہیں کرتے بلکہ انکار کرتے ہیں۔ ایسے اعادہ کا جس سے حیات کاملہ حاصل ہو جائے اور آدمی دنیا والی پہلی حالت پر واپس آجائے اور اثبات کرتے ہیں۔ ایسے اعادہ کا جس سے مردہ انسان نکیرین کے سوال کو سمجھتا ہے اور جواب دیتا ہے اور رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا سائل کا متکلمین اسلام کی طرف ہر قسم کے اعادہ کی نفی کرنا ان پر بہتان عظیم اور کذب صریح ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ!

سوال نمبر ۷۰: کیا متکلمین اسلام نے موت کے بعد میت کی حیات کو دنیوی زندگی پر قیاس کیا ہے؟
الجواب باسم ملہم الصواب: علما اہل سنت میں سے کوئی عالم دین بھی قبر کی زندگی کو حیات دنیا پر قیاس نہیں کرتا۔ یہ کاروبار تو عصر ہذا کے معتزلہ کا ہے، جس سے ہمارے علماء بری الذمہ ہیں۔ ہاں! وہ یہ ضرور فرماتے ہیں کہ قبر کی جزاوسزا میں دنیا والا جسد عنصری شامل رہتا ہے۔
سوال نمبر ۷۱: متکلمین اسلام نے حیات برزخی احساس برزخی مان کر مردے پر میت کا اطلاق کیا ہے۔ جب کہ تم نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کا مماتی کہہ کر مذاق اڑایا کیوں؟
الجواب باسم ملہم الصواب: متکلمین اسلام سمیت تمام علماء اسلام یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قبر میں مردہ انسان کی طرف غیر معلوم الکیفیت اعادہ روح ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان نکیرین کے سوالات کو سنتا سمجھتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے اور پھر جزاوسزا کے لئے ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان رنج وراحت وغیرہ کو محسوس کرتا ہے۔ اس سب کے باوجود موت پا جانے والوں کو میت کہنا بھی درست ہے۔ کیونکہ وہ موت کا محل وقوع بن چکے ہیں۔ ہاں! وہ میت ہیں۔ باعتبار عالم دنیا کے اور زندہ ہیں۔ باعتبار عالم قبر و برزخ کے ذہن نشین فرمالیں کہ زندہ اور مردہ کا اطلاق روح اور جسد کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ لیکن مولوی محمد ایاز اور اس کی معتزلہ برادری ان عقائد پر ایمان نہیں رکھتی۔ اس لئے ان کو مماتی کہا جاتا ہے۔ مثلاً عصر ہذا کے معتزلہ قبر میں اعادہ روح اور تعلق روح کے قائل نہیں۔ روح اور جسد عنصری دونوں کی جزاوسزا کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس پر قسم وقسم کے عقلی شبہات وارد کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ میت صرف جسد عنصری کو کہتے ہیں اور الحیات بعد الوفات کا جہاں ذکر آتا ہے اس کو روح کے ساتھ مختص کر دیتے ہیں۔ وغیرہ! امور کی وجہ سے ان کو علماء اہل سنت مماتی کہتے ہیں اور ایسا کہنے میں وہ حضرات حق بجانب ہیں۔
سوال نمبر ۷۲: متکلمین اسلام تو قدر ما یتالم کے قائل ہیں۔ پھر تم نے دنیا والوں کی پکاروں آوازوں کے سننے کا عقیدہ اپنی جانب سے کیوں تراش لیا ہے؟
الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال تکرار بے کار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ علماء اہل سنت دیوبند غیر اللہ کی پکار وغیرہ کو جائز نہیں کہتے ہیں بلکہ غیر اللہ سے مافوق الاسباب مدد مانگنے کو شرک جلی قرار دیتے ہیں۔ شرک وبدعت سے ہمارے علماء دور ونفور رہتے ہیں۔ باقی رہا حضور اکرم ﷺ کا اور اسی طرح دیگر موتی کا سلام وغیرہ سننا جس حد تک ثابت ہے۔ اس کے ہمارے اکابر رحمہم اللہ قائل ہیں۔ ہمارے فقہاء اسلام نے جہاں حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے آداب لکھے ہیں، وہاں سلام کرنا اور سلام پہنچانا اور استشفاع کرنا بھی لکھا ہے۔ کیوں مولانا ایاز! آپ متکلمین اسلام کی بات کو تو مانتے اور فقہاء اسلام کی کیوں نہیں مانتے۔ کیا متکلمین اسلام نے سلام وغیرہ کے سننے کا انکار کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو ثابت کریں۔ جی بسم اللہ! اگر وہ انکار نہیں کرتے تو تم کیوں انکار کرتے ہو۔ باقی رہے فقہاء اسلام وہ بھی بلا دلیل ایسا نہیں فرما رہے۔ بلکہ ان کے پاس کتاب وسنت اور اجماع امت کے دلائل موجود ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ تم ان دلائل کا کیوں انکار کرتے ہو۔
سوال نمبر ۷۳: متکلمین اسلام تو قدر ما یتالم کے قائل ہیں۔ پھر تمہارے ہاں اعادہ کا عقیدہ کیوں ضروری ہے؟
الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال بہ تکرار ہونے کی وجہ سے بے ہودہ اور فضول اور لایعنی

ہے۔ جواب بالتفصیل گزر چکا ہے۔ مختصراً پھر سن لیجئے۔ مولانا اشاعتی صاحب! متکلمین اسلام میں سے کوئی ایک ایسا نہیں ہے جو اعادہ روح اور تعلق روح کا انکار کرتا ہو۔ اگر آپ کے علم میں کوئی ایسا شخص ہے جو تعلق کا انکاری ہو تو مہربانی فرما کر اس کا نام بتائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر قسم کے تعلق کا منکر دنیا میں آیا ہی نہیں۔ خواہ متکلم ہو یا فقیہ، محدث ہو یا مفسر، صوفی ہو یا محقق، مقلد ہو یا غیر مقلد۔ بہر حال تعلق کے منکر کو کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ کیوں خواہ مخواہ متکلمین اسلام کو بدنام کر رہے ہو کیا تم صرف متکلمین اسلام کے مانتے ہو۔ فقہاء اسلام کی نہیں مانتے۔ محدثین، مفسرین کی نہیں مانتے۔ علماء احناف اور علماء دیوبند کی نہیں مانتے۔ قرآن وحدیث کی نہیں مانتے؟ حالانکہ یہ سب تعلق کے قائل ہیں۔ اسی لئے ہم بھی قائل ہیں۔ تم تعلق کے منکر بن کر کن لوگوں کی صفوں میں کھڑے ہو؟

سوال نمبر ۷۴: بعد الوفات تم کیا صرف نبی کریم ﷺ کی حیات کے قائل ہو یا تمام انبیاء کے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: وفات کے بعد نبی کریم ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو خصوصی اور امتیازی حیات قبر میں حاصل ہے۔ ویسے الحیات بعد الوفات تمام موتی کو حاصل ہے جس کی وجہ سے قبر کا حساب لیا جاتا ہے اور ثواب وعقاب ہوتا ہے۔ لیکن درجات کا تفاوت یقینی اور حتمی ہے۔ اسی پر قرآن وحدیث ناطق ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ عذاب قبر حیات قبر کو لازم ہے۔ فافہم!

سوال نمبر ۷۵: پھر تم کیا بعد الوفات صرف تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے قائل ہو یا شہداء کے بھی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سوال لایعنی تکرار ہے۔ تاہم جواب سن لیجئے۔ عالم قبر وبرزخ میں انبیاء شہداء اور تمام موتی کو درجہ بدرجہ حیات حاصل ہے اور اسی حیات پر جزا وسزا کا سلسلہ چلتا ہے۔

سوال نمبر ۷۶: پھر بعد الموت کیا تم صرف شہداء کی حیات دنیوی تک ہی قائل ہو؟

سوال نمبر ۷۷: پھر تم کیا بعد الوفات حیات دنیوی کے صرف اولیاء کی حد تک قائل ہو؟

سوال نمبر ۷۸: پھر تم کیا بعد الوفات حیات دنیوی کے صرف مومنین کی حد تک قائل ہو؟

سوال نمبر ۷۹: یا بعد الموت حیات دنیوی کے کفار کی حد تک قائل ہو؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کے یہ چاروں سوال تکرار کی وجہ سے لایعنی ہیں۔ ان کے جوابات بھی دیئے جا چکے ہیں۔ دوبارہ بھی سن لیجئے۔ ہمارے تمام اکابر ہر مردہ کے لئے الحیات بعد الوفات کے قائل ہیں۔ البتہ یہ حیات درجہ بدرجہ ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات سب سے اعلیٰ اور ارفع وبرتر ہے۔ چونکہ یہ حیات عالم قبر وبرزخ میں حاصل ہے۔ اسی لئے اس کو حیات برزخیہ کہا جاتا ہے۔ ہاں! اس حیات برزخیہ میں ہر انسان کا دنیا والا جسد عنصری شامل ہے۔ خواہ وہ جسد اپنی اصلی حالت پر قائم ہو یا کسی اور شکل میں متحلیل ہو گیا ہو، بہر حال وہ قبر وبرزخ کی جزا وسزا میں شامل رہتا ہے۔ جن حضرات نے قبر کی اس حیات برزخیہ کو حیات دنیویہ سے تعبیر کیا ہے، ان کی مراد بھی صرف اتنی ہے۔ ہمارے کسی بزرگ نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ قبر کی زندگی ہر طرح سے اور ہر لحاظ سے حیات دنیوی ہے۔ نیز جو شخص ہمارے اکابر کے متعلق یہ خیال کرتا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی کو ہر طرح سے اور ہر لحاظ سے مع جمیع اللوازمات حیات دنیویہ کہتے ہیں تو یہ صرف ان کا سوء فہم ہی نہیں بلکہ اکابر پر بہتان عظیم اور الزام بھی ہے۔

سوال نمبر ۸۰: اگر تم بعد الموت حیات دنیوی کے کفار کی حد تک بھی قائل ہو تو پھر انبیاء بشمول نبی

کریم ﷺ کی بعد الوفات حیات برزخی کو جو تم حیات دنیوی ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہو، یہ ناکام کوشش پھر صرف بعنوان حیات النبی ﷺ یا حیات الانبیاء ہی کیوں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مرنے کے بعد کفار کو عالم قبر و برزخ میں جو حیات حاصل ہے، وہ بھی حیات برزخی ہے۔ البتہ اس حیات میں انکا دنیا والا جسد عنصری شامل حیات ہوتا ہے اور روح اور جسد کے مجموعہ کو عذاب دیا جاتا ہے، جس کو وہ محسوس کرتے ہیں۔ باقی رہا سائل کا یہ طعنہ دینا کہ حیات النبی ﷺ اور حیات انبیاء کیوں، تو گزارش یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات قبر کفار تو کجا وہ تو شہداء کرام کی حیات سے بھی اعلیٰ ارفع اور برتر ہے اور ان کی اسی خصوصی حیات کا یہ عالم ہے کہ اس کے اثرات تو دنیا تک پہنچے ہیں کہ ان کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ وغیرہ وغیرہ! معلوم ہوا کہ حیات النبی ﷺ اور یا حیات الانبیاء کرام علیہم السلام کا عنوان ان کی خصوصی اور امتیازی شان کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ باقی رہا سائل کا یہ الزام کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ کو حیات دنیویہ ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہو تو یہ بھی سائل کا الزام اور بہتان عظیم ہے۔ ہم لوگ حیات برزخیہ کو حیات دنیویہ کہنے پر تلے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ تمہاری بدفہمی ہے ہم جس بات پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ یہ عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام عالم قبر و برزخ میں دنیا والے جسد کے ساتھ بایں طور زندہ ہیں کہ ان کے ارواح کا ان کے اجسام عنصریہ سے تعلق ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ زائرین کا سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں اور اس قسم کی دوسری خصوصیات بھی ان کو حاصل ہیں۔ اشاعتی لوگ دنیا والے جسد اطہر کی بجائے ایک دوسرا جسد مثالی تجویز کرتے ہیں۔ ہمارا ان کے ساتھ جھگڑا یہ ہے کہ تم اصلی جسد کے ہوتے ہوئے نقلی کا قول کیوں کرتے ہو۔ اصلی سے قطع تعلق کر کے نقلی میں داخل کیوں سمجھتے ہو۔ اگر تم لوگ روح مبارک کا اصلی جسد سے تعلق مان لو تو یہ معمہ یہیں ختم ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر ۸۱: پھر موت کے بعد تم کیا میت میں حیات با اعادہ روح کے قائل ہو؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال تکرار لایعنی ہے۔ جوابات بھی کئی بار دیئے جا چکے ہیں۔ تاہم پھر بھی سن لیجئے کہ علماء اہل سنت دیوبند کثر اللہ سوادہم حیات قبر بہ تعلق روح کے قائل ہیں۔ جس پر قرآن وحدیث شاہد عدل ہیں۔ اسی پر اجماع امت ہے اور یہی عقیدہ متکلمین اسلام اور علماء اسلام کا ہے۔ اہل سنت میں کوئی ایک ایسا عالم دین نہیں گزرا۔ جس نے ہر قسم کے تعلق کا انکار کیا ہو، اگر آپ کے معلومات میں کوئی ایسا شخص ہے تو اس کا نام پیش کریں اور انعام پائیں۔ لیکن قیامت کی صبح تک آپ تعلق کا منکر نہیں دکھا سکتے۔ یہ آپ کے بس کا روگ ہی نہیں ہے۔

سوال نمبر ۸۲: یا موت کے بعد تم میت میں حیات بہ تعلق تصرف کے قائل ہو؟

الجواب باسم ملہم الصواب: علماء اہل سنت موت کے بعد عالم و برزخ میں بہ تعلق روح مع الجسد العنصری حیات کے قائل ہیں، جس کی وجہ سے مردہ انسان کے اندر ادراک وشعور پیدا ہوتا ہے۔ وہ نکیرین کو پہچانتا ہے۔ ان کی باتوں کو سنتا سمجھتا ہے اور اپنی زبان سے ان کو جواب دیتا ہے اور قبر کے رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ اہل دنیا کی طرف سے اگر اللہ تعالیٰ ان کی طرف کوئی چیز پہنچا دے تو اس کا اس کو ادراک ہوتا ہے۔ الغرض اس قسم کی جو چیزیں قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، ان پر ہمارا ایمان ہے۔ لیکن آپ بتائیں تعلق تصرف سے آپ کی کیا مراد ہے۔ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ تعلق روح کی وجہ سے جسم نشوونما پاتا ہے۔ جیسا کہ دنیا میں تھا یہ تصرف وہاں نہیں ہوتا۔

سوال نمبر ۸۳: یا موت کے بعد تم میت میں حیات غیر شعور کے قائل ہو؟

الجواب باسم ملہم الصواب: سائل کا یہ سوال مبہم ہے۔ نامعلوم حیات غیر شعوری سے ان کی مراد کیا ہے۔ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ قبر کی زندگی ہمارے شعور سے بالاتر ہے تو یہ بات ٹھیک ہے اور "ولکن لا تشعرون" کے درجہ میں ہے اور قبر کی یہ زندگی غیر محسوس اور غیر مبصر ہے۔ اگر ان کی مراد کچھ اور ہے تو وہ مراد واضح فرمائیں۔

سوال نمبر ۸۴: میت کی حیات برزخی میں کیا اعادہ روح ضروری ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! اعادہ روح ضروری ہے۔ کیونکہ متکلمین اسلام نے فرمایا ہے۔ بدن کے ساتھ روح کا تعلق نہ ہو اور بلا تعلق بدن میں عذاب وثواب ہو، یہ سفسط ہے۔ معقول اور صحیح صورت یہی ہے کہ قبر کا ثواب وعقاب تعلق روح کے ساتھ ہے۔

سوال نمبر ۸۵: پھر آپ کے نزدیک بصورت اعادہ روح وہ روح دنیوی ہوگی یا برزخی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موت کے بعد مکمل انسان یعنی روح اور جسد کا مجموعہ عالم برزخ میں داخل ہوجاتا ہے اور سوال کے لئے قبر میں جو اعادہ ہوتا ہے، وہ ایسا نہیں ہے کہ آدمی دنیا والی پہلی حالت پر واپس آجائے۔ ہاں! ایسا اعادہ تو قیامت کے دن ہوگا جس کی وجہ سے انسان پہلی حالت پر واپس آجائے گا۔ لہٰذا قبر والے اعادہ سے پہلی حالت پر واپس نہیں آتے۔ بلکہ عالم قبر و برزخ میں ہی رہتے ہیں اور قبر کا یہ اعادہ ان کی حیات برزخیہ کے منافی نہیں ہے۔

سوال نمبر ۸۶: پھر وہ اعادہ روح بالجملہ ہے یا فی الجملۃ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: عالم قبر و برزخ میں مردہ انسان کی طرف حساب وکتاب کے لئے اور جزا وسزا کے لئے اعادہ روح کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ لیکن اس کی کیفیت اور کنہ ہمیں نہیں بتائی گئی۔ کیونکہ یہ امور عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس میں قیاس آرائی بھی نہیں ہوسکتی۔ پس تعلق کو ماننا ضروری ہے اور اس کی کیفیت سپرد خدا ہے۔ ہاں! یہ بات یقینی ہے کہ وہ اعادہ ایسا نہیں ہے کہ آدمی حیات کاملہ پاکر عالم قبر و برزخ سے نکل کر عالم دنیا میں اپنی پہلی حالت پر واپس آجائے۔

سوال نمبر ۸۷: اگر اعادہ روح فی الجملۃ ہو تو اس کی دلیل قطعی تمہارے پاس کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اعادہ روح کی حدیثیں علماء محدثین کے نزدیک درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن اس کی کیفیت نہیں بتائی گئی۔ جو چیزیں ہمیں نہیں بتائی گئی اس کے جاننے کے ہم مکلف نہیں ہیں۔

سوال نمبر ۸۸: آیت تردید اعادہ: "فیمسک التی قضی علیھا الموت" روایت بالجملہ تم دونوں کے منکر کیوں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الحمدللہ! ہمارے اکابر رحمۃ اللہ علیہم علماء اہل سنت کسی آیت اور کسی صحیح روایت کے منکر نہیں ہیں۔ یہ تمہارا الزام ہے۔ باقی رہی قرآن مجید کی یہ آیت: "فیمسک التی قضی علیھا الموت" تو یہ آیت اوّلاً تو اعادہ روح کی تردید کرتی ہی نہیں۔ بلکہ یہ آیت اعادہ انسان الی الدنیا کی تردید کرتی ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس انسان پر اللہ تعالیٰ موت کا فیصلہ فرمادیتے ہیں۔ اس کو عالم قبر و برزخ میں روک لیتے ہیں۔ عالم دنیا میں واپس نہیں آنے دیتے۔ ثانیاً اگر آپ بضد ہیں کہ امساک سے مراد امساک انسان نہیں ہے بلکہ امساک روح ہے تو یقیناً قضی علیھا الموت سے بھی روح مراد ہوگی تو اس آیت سے امساک روح کے ساتھ ساتھ موت روح بھی ثابت ہوجائے گی۔ جب روح کی موت ثابت ہوگی تو وہ جسد مثالی کی طرف کیسے آئے گی اور آپ کی حیات برزخیہ کیسے ثابت ہوگی۔ بر سبیل

تنزل اگر آپ ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' سے امساک روح مراد لیتے ہیں تو یہ بھی اعادہ روح کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ امساک روح سے مراد اعادہ کاملہ کی نفی ہے۔ یعنی روح کا جسم کی طرف ایسا اعادہ ہو جائے کہ جسم میں حیات کاملہ حاصل ہو جائے اور مردہ انسان بالکل اپنی دنیاوالی پہلی حالت پر واپس آجائے اور ''والبعث بعد الموت'' قبل از وقت متحقق ہو جائے۔ لیکن ایسے اعادہ کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ بلکہ جن حدیثوں میں اعادہ روح کی تصریح ہے۔ وہاں سے ایک خاص قسم کا تعلق مراد ہے۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اعادہ روح فی القبر کسی صورت میں بھی ''فیمسک التی قضی علیھا الموت'' کے خلاف نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت کے انکار کی نسبت ہماری طرف کرنا بہتان عظیم اور کذب صریح ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ الزام کہ تم لوگ روایت بالجملۃ کے منکر کیوں ہو تو گزارش ہے کہ اس بات کی ذرا وضاحت فرمائیں کہ روایت بالجملۃ سے مراد کیا ہے۔

سوال نمبر ۸۹: برزخ عالم غیب ہے اس میں آپ کی اپنی جانب سے قیاس آرائیاں کیوں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: واقعی ہے عالم قبر و برزخ اور اس کے حالات عالم غیب کی چیزیں ہیں۔ ہمارے اکابر علماء اہل سنت دیوبند عالم غیب میں قطعاً قیاس آرائیاں نہیں کرتے۔ آپ کا یہ الزام بہتان عظیم اور کذب صریح ہے۔ ہاں! عالم غیب کے جو امور کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں، اس پر ہمارا ایمان اور یقین ہے۔ ہم کسی ثابت شدہ عقیدے کو عقل کی بنیاد پر رد کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ تو باطل پرستوں کا وطیرہ ہے۔

سوال نمبر ۹۰: احوال غیب کے بیان کے لئے دلیل قطعی کیا آپ کے نزدیک ضروری نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جی ہاں! ضروری ہے۔ الحمدللہ! ہمارا کوئی عقیدہ اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سے ثابت نہ ہو۔ باقی رہیں اخبار احاد ان سے عقائد کی تفصیلات اور جزئیات ثابت کرنا بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ جس کا کوئی منصف مزاج آدمی انکار نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر ۹۱: اعادہ فی الجملۃ مخصوص جز کی مخصوص صریح دلیل ضروری ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: عالم قبر و برزخ میں حساب وکتاب کے لئے اعادہ روح احادیث صحیحہ متواترہ صریحہ سے ثابت ہے۔ جس پر ایمان لانا ایک سنی مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ باقی رہیں کیفیات جو ہمیں نہیں بتائی گئیں وہ ہم بھی نہیں بتا سکتے۔ لہٰذا ان امور کا معاملہ سپرد خدا ہے۔

سوال نمبر ۹۲: اعادہ عارضی غیر منافی موت۔ ''تعلق لا یعلم کنھہ الا اللہ'' پر دنیاوی احکام کس طرح متفرع ہو سکتے ہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: الحمدللہ! سائل نے ایسا اعادہ روح تسلیم کر لیا جس کی کنہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور یہ اعادہ موت کے منافی بھی نہیں ہے۔ حالانکہ گزشتہ سوالات میں سائل نے مسلسل مطلقاً اعادہ روح کی تردید کی۔ اگر اب ایک خاص قسم کا اعادہ تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے لئے یہ بھی غنیمت ہے۔ اگرچہ سائل کے گزشتہ تمام سوالات پر پانی پھیر چکا ہے۔ باقی رہا کہ اس اعادہ پر احکام دنیا کیسے مرتب ہوتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ترتب احکام دنیا سے سائل کی کیا مراد ہے۔ وضاحت فرمائیں باقی رہا ہمارا موقف تو وہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث اور اجماع سے جن احکام کا مرتب ہونا ثابت ہے۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر ایمان رکھنے سے ہمیں کوئی عار اور جھجک محسوس نہیں ہو رہی۔ بہرحال ثابت شدہ حقائق کو ماننا ہمیں اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا ہے۔ ایسے امور کو رد کرنا تو باطل پرستوں کا شیوہ ہے۔

سوال نمبر ۹۳: بعد الموت میت کا تعلق تصرف آپ کے نزدیک تمام اعضاء میں ہوتا ہے یا بعض اعضاء میں؟

الجواب باسم ملھم الصواب: اعادہ روح فی القبر الیٰ العبد تو احادیث متواترہ صریحہ سے ثابت ہے اور اس کی جو تفصیلات قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، وہ سب برحق ہیں اور اسی عالم غیب کی جو باتیں ہمیں نہیں بتائی گئیں اس کے ہم مکلف نہیں ہیں۔

سوال نمبر ۹۴: کیا آپ کے نزدیک بعد الوفات صرف نبی کریم ﷺ سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۹۵: یا آپ کے نزدیک بعد الوفات تمام انبیاء سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۹۶: کیا آپ کے نزدیک بعد الوفات انبیاء وشہداء دونوں سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۹۷: کیا آپ کے نزدیک مومنین بعد الموت سنتے ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۹۸: کیا آپ کے نزدیک کفار بھی بعد الموت سنتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم ملھم الصواب: جہاں تک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کا تعلق ہے تو اس بارے میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کے یہ کہے اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیں۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منع کیا ہے۔ وہ دوسری نوع کی استعانت ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتی کا مسئلہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت سے مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا اسلام کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا۔ بہر حال یہ مسئلہ مختلفہ ہے۔ اس میں بحث مناسب نہیں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۴، ۶۹ ملحق تالیفات رشیدیہ)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا تعلیق سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور وہ اجماعی اور اتفاقی عقیدہ ہے۔ اس پر ہر سنی مسلمان کو ایمان لانا ضروری ہے اور جو شخص اس اجماع کا انکار کرتا ہے وہ نہ سنی ہے نہ دیوبندی۔ باقی رہے عام موتی تو ان کے سماع کے بارے میں عادلانہ اور منصفانہ رائے وہ ہے جسے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ”مسئلہ سماع موتی زمانہ قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ کلام اس میں طویل ہے۔ میرا ایک مستقل رسالہ بزبان عربی بنام اعدل الامور فی سماع اہل القبور بشکل مسودہ موجود ہے۔ مگر ہنوز شائع نہیں ہوا۔ اس میں سے خلاصہ کر کے حقیقت لکھتا ہوں۔ وہ یہ کہ:

حیات بعد الممات انبیاء وشہداء کی تو اپنے اپنے درجوں کے موافق ثابت ہی ہے۔ عام اموات کی ارواح کا زندہ ہونا بھی ثابت ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ نوعیت اس حیات کی حیات ناسوتی مختلف ہے۔ وہ حیات ایک دوسرے عالم کی حیات ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کہ یہ جو شخص دنیوی زندگی میں ہمارا کلام سنا کرتا تھا، وہ بعد الموت بھی اسی طرح سنا کرے۔ یہ ضروری نہیں اس کے لئے کوئی دلیل مستقل ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے دلیل عقلی نہ کوئی اثبات پر قائم ہے نہ نفی پر۔ اب صرف دلیل نقلی رہ گئی۔ سو اس میں قرآن وحدیث کے متعدد نصوص ہیں۔ بعض اموات کا یا عام اموات کا خاص خاص حالات میں احیاء کا کلام سننے بلکہ بعض جگہ جواب دینے کا بھی ثبوت موجود ہے۔ لیکن ان سے کوئی ضابطہ کلیہ مستفاد

نہیں ہوتا کہ ہر مردہ ہر شخص کا کلام ہر وقت سن سکتا ہے۔ اس لئے سیدھا راستہ یہ ہے کہ جن مواقع میں سماع موتی کسی روایت سے ثابت ہے، اس کا اقرار کرلیا جائے اور جہاں قرآن وحدیث ساکت ہیں، وہاں یہ اختیار کیا جائے نہ اثبات کرے نہ نفی۔ ہاں کسی شخص کو بذریعہ کشف سننا معلوم ہو جائے اور وہ اس کو سمجھے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس سے بھی یہ قاعدہ کلیہ نہیں بنتا کہ ہر میت ہر وقت ہر شخص کا کلام سن سکتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس کے یقین کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ہم جس وقت جس میت سے جو کلام کریں گے وہ ضرور سنے گا اور ایسا عقیدہ رکھنا بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ جب اصل مسئلہ کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اب مسئلہ زیر بحث یعنی دعا میں الفاظ مذکورہ کا استعمال اس بے اصل عقیدہ پر مبنی ہے۔ اس لئے درست نہیں۔ ہاں! اگر کسی کا عقیدہ یہ نہ ہو بلکہ اسی احتمال پر کہہ دے کہ شاید سن لیں اور دعا کریں تو فی نفسہ مضائقہ نہیں۔ لیکن دوسرے کے سامنے ایسے الفاظ کا استعمال ان کے عقیدہ کو فاسد کرے گا۔ اس لئے احتراز کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ سبحانہ اعلم!'' (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۳۹، ۴۴۰)

مسئلہ سماع اموات کے بارے میں مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ''یہ مسئلہ کہ مردے کوئی کلام سن سکتے ہیں یا نہیں، ان مسائل میں سے ہے جن میں خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہم اختلاف رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سماع موتی کو ثابت قرار دیتے ہیں اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں۔ اسی لئے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین میں بھی دو گروہ ہو گئے۔ بعض اثبات کے قائل ہیں۔ بعض نفی کے اور قرآن کریم میں یہ مضمون ایک تو اسی موقع پر سورۃ نمل میں آیا ہے، دوسرے سورۃ روم میں۔ تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ دوسرے آیت اور سورۃ فاطر میں یہ مضمون ان الفاظ سے آیا ہے۔ ''وما انت بمسمع من فی القبور'' یعنی آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو کہ قبروں میں ہیں۔ ان تینوں آیتوں میں یہ بات قابل نظر ہے کہ ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ مردے سن نہیں سکتے۔ بلکہ تینوں آیتوں میں نفی اس کی گئی ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے۔ تینوں آیتوں میں اسی تعبیر عنوان کو اختیار کرنے سے اس طرف واضح اشارہ نکلتا ہے کہ مردوں میں سننے کی صلاحیت تو ہو سکتی ہے، مگر با ہم اختیار خود ان کو نہیں سنا سکتے۔'' (ج ۶ ص ۶۰۳)

معارف القرآن مزید حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو سماع اموات کے قائل ہیں۔ ان کا یہ قول بھی ایک صحیح حدیث کی بناء پر ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسناد صحیح کے ساتھ منقول ہے۔ وہ یہ ہے کہ: ''جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کی روح اس میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔''

اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ جب کوئی شخص اپنے مردہ مسلمان بھائی کی قبر پر جاکر سلام کرتا ہے تو وہ مردہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور جواب دیتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اس کی روح اس دنیا میں واپس بھیج دیتے ہیں۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ مردے سن سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا سننا اور ہمارا سنانا ہمارے اختیار میں نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں سنا دیں۔ جب نہ چاہیں نہ سنائیں۔'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۳)

نیز مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں۔ ''سورۃ نمل، سورۃ روم، سورۃ فاطر کی آیات سے بھی ثابت ہے کہ مردوں کو سنانا ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں، سنا دیتے ہیں۔ اس لئے جن مواقع میں حدیث کی روایات صحیحہ سے سننا ثابت ہے۔ وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے نہ قطعی نفی کی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!'' (معارف القرآن ج ۶ ص ۶۰۴)

ہمارے دیگر علماء کی بھی رائے یہی ہے جو یہاں ذکر کی گئی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع عند القبور اجماعی اور اتفاقی عقیدہ ہے۔ باقی رہے دوسرے مردے جہاں جہاں حدیثوں سے ان کا سماع ثابت ہے۔ تسلیم کر لینا چاہئے۔ باقی کا سماع سپرد خدا کر لینا چاہئے۔ اللہ چاہے تو سنا دے نہ چاہے تو نہ سنائے۔

سوال نمبر ۹۹: کیا آپ کے نزدیک قبر میں مدفون بزرگ یا ہر میت ہر زائر کی آواز یا نداء سنتا ہے یا بعض بعض زائرین کی؟

الجواب باسم ملہم الصواب: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ باقی رہے عام مردے کہ جہاں جہاں حدیثوں میں ان کا سماع ثابت ہے، تسلیم کر لیا جائے اور بقیہ کو سپرد خدا کر لیا جائے۔

سوال نمبر ۱۰۰: پھر کیا آپ کے نزدیک صرف مومن میت، زائر کی آواز یا پکار سنتا ہے یا کافر میت بھی یہ پکاریں سنتا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا جائز نہیں ہے۔ نبیوں کا قریب سے سننا برحق ہے۔ ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ مومن کافر وغیرہ کو جب چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں۔ جہاں حدیثوں سے سماع موتی ثابت ہے وہ برحق ہے۔

سوال نمبر ۱۰۱: پھر کیا آپ کے نزدیک میت ہر بات سنتا ہے یا بعض بعض باتیں؟

سوال نمبر ۱۰۲: اچھا! پھر کیا آپ کے نزدیک میت ہر وقت سنتا ہے یا بعض اوقات؟

الجواب باسم ملہم الصواب: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سننے پر اجماع امت ہے۔ قریب سے وہ بالاتفاق سنتے ہیں۔ جہاں جہاں حدیثوں میں عام موتی کا سماع ثابت ہے، وہاں مان لیا جائے۔ بقیہ امور کو سپرد خدا کرنا چاہئے۔

سوال نمبر ۱۰۳: مرنے کے بعد کافر صم وغیر صم (بہرے وغیرہ بہرہ) یعنی بہرے کافر اور غیر بہرے کافر کے سماع میں آپ کے نزدیک فرق ہے یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مرنے کے بعد جو لوگ عالم قبر و برزخ میں جاتے ہیں تو دنیا کے بہرے اندھے، گونگے وغیرہ سب کے سب نکیرین کی باتوں کو سنتے ہیں، سمجھتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ پھر حسب حیثیت جزا و سزا کا مورد بنتے ہیں۔ باقی رہی اہل دنیا کی کوئی بات مثلاً سلام کلام وغیرہ تو اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں۔ ''ان اللہ یسمع من یشاء''

سوال نمبر ۱۰۴: اگر آپ کے نزدیک کوئی فرق ہے یعنی مرنے کے بعد دنیا کا بہرہ آپ کے نزدیک سنتا اور غیر بہرہ نہیں سن سکتا تو بہرے اور غیر بہرے کی قبر کا علم پھر کیسے ہوگا؟

الجواب باسم ملہم الصواب: بہرے اور غیرے کی قبر کا علم حاصل کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں۔ نبیوں کا سماع اجماعی ہے۔ باقیوں کا اختلافی۔

سوال نمبر ۱۰۵: پھر کیا آپ کے نزدیک انسان کی آوازوں میں بعض باتیں (یعنی سلام پیغام پکار آذان) ہی میت سنتے ہیں اور کیا غیر انسان کی نہیں سنتے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موتی غیر اللہ کی پکار کو نہیں سنتے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے سناتا ہے۔ بخاری شریف میں جوتیوں کی آہٹ کا سننا ثابت ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ جو چاہتے سو سناتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۰۶: کیا آپ کے نزدیک میت بعض باتیں (سلام پیغام، پکار آذان انسان کی آواز) ہی سنتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سنتے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ''ان اللہ یسمع من یشاء''

سوال نمبر ۱۰۷: یا آپ کے نزدیک میت بعض باتیں صلوٰۃ وسلام ہی سنتا ہے۔ باقی نہیں؟

سوال نمبر ۱۰۸: یا میت صرف ''قرع النعال'' ہی سنتا ہے؟

سوال نمبر ۱۰۹: کیا میت ہر زائر کا ''قرع النعال'' سنتا ہے یا بعض بعض زائرین کا۔

سوال نمبر ۱۱۰: پھر یہ زائر کا ''قرع النعال'' صرف فوت شدہ نبی، ولی، مومن ہی سنتے ہیں؟

یا یہ زائر کا ''قرع النعال'' کیا صرف فوت شدہ نبی، ولی، مومن ہی سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۱: یا یہ زائر کا ''قرع النعال'' بعد الوفات صرف نبی سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۲: یا یہ زائر کا ''قرع النعال'' بعد الوفات صرف ولی سنتا ہے؟

سوال نمبر ۱۱۳: پھر یہ ''قرع النعال'' ہر جگہ سے میت سنتا ہے؟

سوال نمبر ۱۱۴: یا عند القبر ''قرع النعال'' سنتا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مردہ کو دفن کرنے والے لوگ واپس لوٹتے ہیں تو مردہ ان واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو سن رہا ہوتا ہے کہ اسی کے پاس حسب وکتاب والے دو فرشتے آجاتے ہیں اور حساب وکتاب کی کارروائی شروع کر دیتے ہیں۔ اس حدیث میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ انسان قریب سے آہٹ سنتا ہے اور یہ بھی ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبر کے حساب وکتاب سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ بھی ہمارے بزرگوں کا عقیدہ ہے کہ اس کے سماع میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سلام کا سننا قدموں کی آہٹ کا سننا قلیب بدر والوں کا سننا وغیرہ امور تو خود حدیثوں سے ثابت ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔

سوال نمبر ۱۱۵: یا آپ کے نزدیک نبی کریم ﷺ روضہ انور کے اندر سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۶: یا آپ کے نزدیک کیا نبی کریم ﷺ روضہ کے باہر سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۷: کیا آپ کے نزدیک نبی کریم ﷺ روضہ کی جالی کے پاس سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۸: یا آپ کے نزدیک کیا نبی کریم ﷺ جالی سے بھی دور پوری مسجد میں سنتے ہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: جن حدیثوں میں حضور اکرم ﷺ کا سماع صلوٰۃ وسلام وغیرہ ثابت ہے، ان میں عند قبری کی قید بھی موجود ہے۔ اسی لئے تمام علماء اسلام کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ قریب سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ سنتے ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ ان حدیثوں کی قدر مشترک تواتر کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے سماع کا آج تک کسی شخص نے انکار نہیں کیا۔ باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ کتنی مقدار تک آپ ﷺ سماع فرماتے ہیں تو اس بارے میں اوّلاً تو گزارش یہ ہے کہ عرف عام میں جتنے فاصلے کو قریب کہا جاتا ہے وہ قریب ہے اور عرف عام میں جسے دور کہا جاتا ہے وہ دور ہے۔ کیا کوئی پنج پیری مماتی معتزلی بتا سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ عالم دنیا میں کتنے فاصلے سے سن لیتے تھے۔ میری دانست کے مطابق کوئی شخص آپ ﷺ کے سماعت مبارک کی دنیوی حد نہیں بتا سکتا تو عالم قبر وبرزخ کی حد کیسے بتائی جائے۔ لیکن واضح رہے کہ اگر آپ ﷺ کی سماعت کی حدود متعین نہ کی جا سکیں تو خود اصل سماعت کا انکار کر لینا دیانت اور امانت کو ذبح کر دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اصل سماعت تو حدیثوں اور اجماع امت

سے ثابت ہے۔ جسکا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ باقی رہی حدود تو اس کے تعین کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور اگر تعین میں اختلاف رائے ہو بھی جائے تو اصل مسئلے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے تو اب سائل کے سوالات کا جواب سنئے۔

تذکرۃ الخلیل میں ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ: ''وہ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں۔ لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے۔ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۳۶)

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ شہید سے اس قسم کے سوالات کئے گئے۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا: ''کہیں تصریح تو یاد نہیں۔ اکابر سے سنا ہے کہ احاطہ مسجد شریف جہاں سے بھی درود وسلام پڑھا جائے خود سماعت فرماتے ہیں۔ مسجد کی حد جہاں تک وسیع ہوں گی، وہاں تک سماعت کا حکم ہوگا اور حجرہ شریف کے قریب سے سلام عرض کرنا اقرب الی الادب والمحبت ہوگا۔'' (آپ کے مسائل اوران کا حل ج ۱۰ ص ۵۳۸)

سوال نمبر ۱۱۹: کیا آپ کے نزدیک میت بشمول نبی کریم ﷺ زائر کی اونچی آواز اور پست آواز دونوں سے کی گئی پکار یا بات سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۲۰: کیا آپ کے نزدیک میت بشمول نبی کریم ﷺ زائر کی صرف جہراً آواز یا پکار سنتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۲۱: یا آپ کے نزدیک میت بشمول نبی کریم ﷺ زائر کی سراً ہی آواز پکار سنتے ہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب: مذکورہ بالا تینوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ہمارے علماء اہل سنت دیوبند فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے وقت تمام آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پست آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ آپ ﷺ کا سنا جن حدیثوں سے ثابت ہے، ان پر اجماع امت ہے۔ سنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو پست آواز سے بھی پڑھا ہوا درود وسلام سنا دیتے ہیں۔ باقی رہے عام موتیٰ تو ان کے سنانے والے بھی اللہ ہیں۔ لہٰذا مناسب درجہ کی اونچی آواز سے ان کو سلام کیا جائے۔

سوال نمبر ۱۲۲: کیا آپ کے نزدیک میت عنصری کانوں سے یا فقط روح ہی کے ذریعے سنتا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: احادیث مشہورہ متواترہ سے عالم قبر و برزخ میں میت کی طرف اعادہ روح ہوتا ہے اور سوال وجواب کے بعد ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے مردہ انسان قبر کے ثواب عقاب کو محسوس کرتا ہے۔ پس روح اور جسد کے اس تعلق کی وجہ سے سماع موتیٰ کا تحقق ہوتا ہے۔ اگر اسے کہا جائے کہ روح سنتی ہے تو بجا ہے۔ کیونکہ اس عالم میں روح اصل ہے اور اگر کہا جائے کہ میت سنتی ہے تو درست ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ روح کا تعلق ہے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۲۳: رد روح جسم عنصری کے اندر ہوتا ہے یا قبر کے باہر؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اعادہ روح اور رد روح دونوں ایک چیز ہیں تو یہ دونوں الفاظ احادیث متواترہ سے ثابت ہیں۔ پس قبر میں مردہ انسان کی طرف اعادہ روح یا رد روح ہوتا ہے جس کی کنہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۲۴: کیا یہ روح افنیۃ القبور پر یا کہیں دور ہوتی ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: بعض علماء کا قول یہی ہے کہ ارواح کا مستقر افنیۃ القبور ہیں اور اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

سوال نمبر ۱۲۵: روح کا مستقر کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ارواح کا مستقر کوئی ایک متعین نہیں ہے بلکہ تفاوت درجات کی وجہ سے ارواح کے مستقر بھی مختلف ہیں۔ بعض علماء نے مومنین کی ارواح کا مستقر جنت بتایا ہے اور کفار کی ارواح کے لئے نار جہنم بتایا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ مومنین کی ارواح علیین میں ہوتے ہیں اور مجرمین کی سجین میں اور بعض علماء نے ارواح کا مقام ساتواں آسمان قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے مومنین کے لئے جابیۃ اور کفار کے لئے جاہ برہوت اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ارواح افنیۃ القبور میں رہتی ہیں اور بعض علماء نے کہا روح جہاں سے آتی ہے وہاں چلی جاتی ہے۔ بعض علماء نے کہا موت کے بعد روح آزاد ہوتی ہے۔ جہاں جہاں چاہے رہے۔ وغیرہ وغیرہ! آپ تفصیل کے لئے دیکھئے (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۲۳۲ تا ۲۳۶، التذکرہ للقرطبی ص ۱۷۵ تا ۱۸۰، کتاب الروح لابن قیم ص ۱۲۵ تا ۱۵۹، شرح الصدور ص ۱۰۰ تا ۱۱۴)

(تنبیہ) ارواح کے مختلف مستقر بیان کرنے کے باوجود تمام علماء اسلام اس پر متفق ہیں کہ روح جہاں بھی رہے اس کا قبر میں مدفون بدن کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے جس کی وجہ سے بدن جزا وسزا کو محسوس کرتا ہے اور زائرین کے سلام کو سنتا اور جواب دیتا ہے۔ حوالہ کے لئے مذکورہ بالا کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

سوال نمبر ۱۲۶: کس نے روح کا مستقر جسم عنصری کا اندر قرار دیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: ابوعمر بن عبدالبر فرماتے ہیں کہ عامۃ المومنین کے ارواح آفنیۃ القبور میں ہیں۔ (کتاب الروح ص ۱۲۷)

بہرحال روح افنیۃ القبور میں ہو یا کہیں بھی ہو، اس کا بدن انسانی کے ساتھ تعلق رہتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: ''والروح لم تزل متعلقة ببدنها وان بلی وتمزق'' (کتاب الروح ص ۶۲)

علامہ صاحب مزید لکھتے ہیں: ''بل لها اشراف واتصال بالقبر وفنائه وذلک القدر منها یعرض علیه مقعده فان للروح شأناً اخر تکون فی الرفیق الاعلی فی اعلیٰ علیین ولها اتصال بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی المیت رد الله علیه روحه فیرد علیه السلام وحی فی الملاء الاعلیٰ'' (کتاب الروح ص ۱۳۹)

اور یہی بات التذکرۃ للقرطبی تفسیر روح المعانی شرح الصدور وغیرہ کتب میں موجود ہے۔

سوال نمبر ۱۲۷: کیا آپ کے نزدیک میت عادۃً سنتے ہیں یا خرق عادت؟

الجواب باسم ملہم الصواب: حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت: ''فانک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرین'' پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اسی قسم کی آیت سورۃ نمل کے آخر میں گزر چکی ہے۔ اس پر ایک نظر ڈال لی جائے، مفسرین نے اس موقع پر سماع موتیٰ کی بحث چھیڑ دی ہے۔ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے اور دونوں جانب سے نصوص قرآن وحدیث پیش کی گئی ہیں۔ یہاں ایک بات سمجھ لو کہ یوں تو دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت اور ارادہ کے بدون نہیں ہوسکتا۔ مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ کے دائرہ میں رہ کر باختیار خود کرے۔ وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو عام عادت کے خلاف غیر معمولی طریقے سے ہو جائے۔ اسے براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مثلاً کسی نے گولی مار کر کسی کو ہلاک کر دیا۔ یہ اس قاتل کا فعل کہلائے گا اور فرض کیجئے ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہوگیا۔ اسے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تباہ کر دیا۔ باوجودیکہ گولی سے ہلاک کرنا بھی اسی کی قدرت کا کام ہے، ورنہ اس کی مشیت کے بدون گولی یا گولا کچھ

بھی اثر نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا: "فلم تقتلو هم و لکن اللہ قتلهم و ما رمیت از رمیت و لکن اللہ رمی (انفال)" یہاں خارق عادت ہونے کی وجہ سے پیغمبر اور مسلمانوں سے قتل ورمی کی نفی کر کے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ ٹھیک اسی طرح "انک لا تسمع الموتی" کا مطلب سمجھو یعنی تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اپنی آواز مردے کو سنا دو۔ کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے۔ البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مردہ سن لے، اس کا انکار کوئی مومن نہیں کر سکتا۔ اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سننا ثابت ہو جائے گا۔ اسی حد تک ہم کو سماع موتی کا قائل ہونا چاہئے۔ محض قیاس کر کے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لا سکتے۔ بہر حال آیت میں اسماع کی نفی سے مطلقاً سماع کی نفی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم!

سوال نمبر ۱۲۸: سماع موتی ماتحت الاسباب ہوتا ہے یا مافوق الاسباب؟

الجواب باسم ملہم الصواب: قبر کے قریب سے اہل قبور کو ہمارا سلام کرنا تحت الاسباب ہے۔ البتہ اہل قبور کا سلام سننا قدرت باری تعالیٰ سے ہے۔

سوال نمبر ۱۲۹: اللہ سمیع بصیر بندہ بھی سمیع بصیر آپ کے نزدیک ان کے مابین فرق کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کو سمیع بصیر فرمایا گیا ہے اور حضرت انسان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وجعلناه سمیعاً بصیراً" اور فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا لامحدود ہے اور بے مثل اور بے مثال ہے اور حضرت انسان کا سننا اور دیکھنا محدود ہے۔ اسی طرح حضرت انسان سننے اور دیکھنے میں آنکھ اور کان کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے کسی کام میں آلات اور اسباب کا محتاج نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۳۰: حاجات میں مافوق الاسباب کس کو پکارا جائے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: "له دعوت الحق" پکار اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا جائز نہیں ہے۔ باقی رہا اہل قبور کو اسلام علیکم کہنا تو معاف رکھنا یہ غیر اللہ کی پکار نہیں بلکہ غیر اللہ کو خطاب ہے، جو میت کا حق ہے۔ پکار کے مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ پکارنے والا جس کو پکار رہا ہے، اس کو مختار کل اور متصرف فی الامور سمجھتا ہے۔ "السلام علیکم یا اهل القبور" میں ایسی بات نہیں ہے؟

سوال نمبر ۱۳۱: اللہ کے سواء کسی اور کو مافوق الاسباب پکارنے کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اللہ کے سواء کسی اور کو مافوق الاسباب پکارنا شرک صریح ہے۔ لیکن جو لوگ حضور اکرم ﷺ کی مزار اقدس و اطہر پے جا کر سلام عرض کرنے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں استشفاع کرتے ہیں، وہ قطعاً غیر اللہ کی پکار نہیں ہے بلکہ یہ تو دعا کی درخواست ہے اور غیر اللہ سے دعا کرانا حیات دنیوی میں بھی جائز ہے اور حیات برزخی میں بھی جائز ہے۔ دعا کی درخواست کو غیر اللہ کی پکار قرار دینا حقیقت شرک سے لاعلمی کی دلیل ہے۔

سوال نمبر ۱۳۲: موتی کو مخاطب کر کے پکارنا مافوق الاسباب ہے یا ماتحت الاسباب ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: موتی کو قریب سے السلام علیکم یا اہل القبور کہنا اور استشفاع کرنا ماتحت الاسباب ہے۔ موتی کو مختیار کل اور متصرف فی الامور سمجھ کر حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارنا مافوق الاسباب ہونے کی وجہ سے شرک جلی ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارا سائل غیر اللہ کی پکار اور غیر اللہ کے خطاب میں فرق نہیں سمجھ رہا۔ اس لئے خلط مبحث کا شکار ہے سخن شناس نہی دلبر خطا ایں جا است۔

سوال نمبر ۱۳۳: اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے سلام کلام نہیں کروں گا، پھر موت کے بعد میت سے کلام کرنے سے قسم کھانے والا شخص حانث ہوگا یا نہ؟

الجواب باسم ملہم الصواب: حانث نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ عرف عام میں میت کو سلام کلام کا اہل نہیں سمجھا جاتا اور قسموں کا دارومدار عرف پر ہے۔ ان فقہی جزئیات سے عدم سماع موتی پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مسائل پر حاشیہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص ان مسائل سے استدلال کرتا ہے کہ آئمہ احناف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سماع موتی ثابت نہیں ہے۔ یہ آئمہ احناف رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان عظیم ہے۔ ''ائمتنا بریؤن من ھذا بھتان'' دیکھئے حاشیہ شرح وقایہ کیا فقہ اور اصول فقہ میں یہ مسئلہ نہیں لکھا کہ ایک آدمی قسم اٹھاتا ہے کہ میں سری نہیں کھاؤں گا۔ لیکن چڑیا کی سری کھانے سے وہ حانث نہیں ہوگا۔ حالانکہ چڑیا کی سری بھی سری ہے۔ لیکن عرف میں اسے سری نہیں کہا جاتا۔ اس لئے حانث نہیں ہوگا۔ اسی طرح یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ ایک آدمی قسم اٹھاتا ہے کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔ لیکن مچھلی کا گوشت کھانے سے وہ حانث نہ ہوگا۔ حالانکہ قرآن مجید میں مچھلی کو ''لھماً طریاً'' کہا گیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان مسائل سے عدم سماع موتی پر استدلال درست نہیں ہے۔ کیونکہ قسموں کا مدار عرف عام پر ہے۔

سوال نمبر ۱۳۴: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اس بارے میں کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ جب سماع موتی کے حضرت امام صاحب قائل نہیں ہیں۔ پھر فقہائے حنفیہ تلقین میت کو کیوں تحریر فرماتے ہیں۔ آپ جواب میں لکھتے ہیں کہ مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اس مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آتی ہیں، شاذ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

سوال نمبر ۱۳۵: مذہب حنفی اس بارے میں کیا ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب: اگرچہ اوپر والے جواب میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا کہ مسئلہ سماع موتی میں حنفیہ باہم مختلف ہیں۔ تاہم اپنے گھر کی شہادت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ آپ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں: ''البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے آئمہ مقلدین کی کتب بینی کر کے ان کے مسلک کے ہمنواء ہو گئے ہیں اور دوسرے آئمہ کے مقلدین سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی ہو، اس کی قبر پر جا کر السلام علیکم کہا جائے تو میت سنتا ہے۔ خواہ اس سننے کی کیفیت کچھ بھی ہو تو اسی عموم کے تحت سب ہی اموات آجاتے ہیں۔ خواہ عامی ہوں، خواہ خاص ہوں، خاص میں سے خواہ صوفی ہوں عالم فاضل ہوں۔ اولیاء اللہ اور صالح ہوں، شہید ہوں، صدیق ہوں یا پیغمبر ہوں۔ کچھ فرق نہیں۔ جب قاعدہ کلیہ ہو گیا تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں کہ شوافع مالکیہ حنابلہ سماع عند قبر النبی ﷺ کے کس طرح قائل ہو گئے۔ جب کہ خود ہی اس حدیث پر پرزور جرح بھی کرتے جاتے ہیں۔ حاصل جواب کا یہ ہوا کہ قبر نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کہنے کے ساتھ جو آنحضرت ﷺ کے سماع کے قائل ہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ ان کے پاس کوئی صحیح حدیث موجود ہے، جس کی بناء پر وہ سماع عند قبر النبی ﷺ کا عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ مطلقاً سماع موتی کے قائل ہیں تو اس کلیہ میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی آجاتے ہیں۔ جب دوسرے اموات

سنتے ہیں۔ایسے ہی انبیاء کرام علیہم السلام بھی سنتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالہادی ہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری وغیرہ (رحمہم اللہ) ہوں سب سمع عند القبر النبی ﷺ کے سننے کے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔'' (ندائے حق جدید جلد اجز ثانی ص ۸۴ تا ۸۵)

فقط: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی خادم جامعہ عثمانیہ

یاداشت: الحمدللہ! ایک سو پینتیس سوالات کے جوابات ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ میں لکھنا شروع کئے اور آج بتاریخ ۴ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ کو مکمل ہوئے۔اس کام پر تقریباً ۱۳ دن صرف ہوئے۔اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ یہ جوابات جلد از جلد چھپ کر شائع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اسے مفید عام بنائے اور میری نجات کا ذریعہ۔آمین!

اب آپ چند سوالات ملاحظہ فرمائیں جو فرقہ معتزلہ پر وارد کئے گئے ہیں۔

سوالات از سنی دیوبندی، بر پنج پیری معتزلی مماتی

سوال نمبر۱: آپ نے بندہ عاجز کے ۱۰۴ سوالات کے جواب نہیں دیئے بلکہ جواب دینے سے صاف انکار کر دیا اور بندہ عاجز سے ۱۳۵ سوالات کئے۔اب گزارش یہ ہے کہ بندہ عاجز کے سوالات تو اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے جوابات دیئے جائیں۔کیا بندہ عاجز اس قابل ہے کہ اس سے سوالات کئے جائیں؟

سوال نمبر۲: ایک طرف آپ نے اعتراف جرم کر لیا کہ ہم آپ کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے اور دوسری طرف اپنے رسالہ کا نام ''۱۳۵'' سوالات بجواب ''۱۰۴'' سوالات تجویز کیا۔اب سوال یہ ہے کہ آپ نے جواب تو دیا نہیں۔پھر ''بجواب'' لکھنے کا کیا مطلب؟

سوال نمبر۳: آپ نے اپنے رسالہ کا نام جو تجویز فرمایا ہے۔''۱۳۵ سوالات'' بجواب ''۱۰۴ سوالات'' کیا یہ نام اور یہ عبارت صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر۴: آپ کے تجویز کردہ اس نام پر اگر کسی کو ہنسی آجائے تو کیا آپ محسوس فرمائیں گے یا نہ؟

سوال نمبر۵: آپ نے اپنے رسالہ کے ہر صفحہ پر لکھا ہے۔''۱۳۵ سوالات بمقابلہ ۱۰۴ سوالات'' اور سرورق نام لکھا ہے۔''۱۳۵ سوالات بجواب ۱۰۴ سوالات'' گزارش یہ ہے کہ ان دو باتوں میں سے کون سی بات صحیح اور کون سی غلط ہے؟

سوال نمبر۶: آپ نے اپنے اس رسالہ میں اپنے اور اپنی جماعت کے بڑے بڑے کارنامے بیان فرمائے کہ ہم نے یہ کر دیا وہ کر دیا۔خصوصاً اپنی قرآن خوانی اور توحید بیان کی بڑی خودستائی کی اور علماء دیوبند کے پیروکاروں کے کاموں کو تحقیر سے بیان کیا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ یہ خودستائی اور دوسروں کی تحقیر کس نص قطعی سے ثابت ہے؟

سوال نمبر۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ: ''شرک قبر پرستی سے شروع ہوا'' ۱۳۵ ص ۴۔اب سوال یہ ہے کہ آپ کے اس دعویٰ کی دلیل نص قطعی سے ثابت ہے یا ظنی سے؟

سوال نمبر۸: اگر اس دعویٰ کی دلیل نص قطعی میں موجود ہے تو وہ پیش فرمائیں اور اگر نص ظنی میں موجود ہے تو پہلے ظنی پر اپنا ایمان ثابت کریں۔بعدہ وہ ظنی پیش فرمائیں؟

سوال نمبر۹: اگر آپ کے دعویٰ کے مطابق شرک کی بنیاد قبر پرستی ہے تو سوال یہ ہے کہ شرک کی اس بنیاد کو برقرار رکھنا چاہئے یا اکھیڑ دینا چاہئے۔تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری؟

سوال نمبر ۱۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''قبر پرستی کی بنیادی روح یہ تھی اور اب بھی یہی ہے کہ صاحب قبر قبر میں زندہ ہے۔ سنتا ہے اور سفارش کرتا ہے۔ تصرف کرتا ہے۔ الی آخرہ!'' (ایضاً ص ۴)

آپ نے اس عبارت میں یہ بات تسلیم کر لی کہ میت کا قبر میں زندہ ہونا، سننا اور تصرف کرنا، سفارش کرنا وغیرہ، قبر پرستی کی بنیادی روح ہیں۔ حالانکہ آپ اپنے سوال نمبر ۵۷ میں قبر میں میت کی زندگی اور ادراک کو تسلیم کر چکے ہو۔ اب بتائیں جو چیز قبر پرستی کی بنیادی روح ہے، آپ نے اس کو کیسے تسلیم کر لیا۔ ذرا سوچ کر جواب دینا؟

سوال نمبر ۱۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''قبر پرستی کی بنیادی روح یہ تھی اور اب بھی یہی ہے کہ صاحب قبر قبر میں زندہ ہے۔ سنتا ہے اور سفارش کرتا ہے۔ تصرف کرتا ہے اور جب کوئی حاجت منداس کی قبر پر حاضر ہو کر اپنی حاجت روائی کرنا چاہتا ہے تو وہ قبر والا بزرگ استشفاع کرتا ہے یا تصرف کرتا ہے اور حاجت پوری کر دیتا ہے۔ یوں ان عقائد بد کو نسل درنسل ذہن میں سموتے ہوئے لوگوں کے نزدیک رفتہ رفتہ اہل قبور الہ بنتے چلے گئے۔ کیونکہ یہ ساری صفات تو درحقیقت الوہیت ہی کی صفات ہیں۔ الی آخرہ!'' (ایضاً ص ۵)

اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اس عبارت میں یہ تسلیم کیا کہ قبر میں زندہ ہونا سننا اور سفارش کرنا اور استشفاع کرنا وغیرہ الوہیت ہی کے صفات ہیں۔ کیا واقعی اللہ تعالیٰ آپ کے نزدیک مرکر قبر میں دفن ہو چکا ہے اور پھر اپنی قبر میں زندہ ہے، سنتا ہے، سفارش کرتا ہے، استشفاع کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ! ذرا سنبھل کر جواب دینا۔ کیا الوہیت کے یہی صفات ہیں۔ افسوس ہے تمہاری توحید بیانی پر اور شیخ القرآنی پر۔ کیا توحید اور سنت کی اشاعت اسی طریقے سے ہوگی؟

سوال نمبر ۱۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے ''اور ہر شخص یہ بھی جانتا ہے کہ قبر پرستی کا آغاز بھی انبیاء کی قبور کی پرستش سے ہی ہوا۔ الیٰ آخرہ!'' (ایضاً ص ۵)

اب سوال یہ ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ کس نص قطعی اور خبر متواتر سے ثابت ہے پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۱۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ جناب ود بن آدم جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پیغمبر خدا تھے۔ (ایضاً ص ۵)

گزارش یہ ہے کہ آپ کی یہ بات نص قطعی سے ثابت ہے یا ظنی سے۔ اگر قطعی سے ثابت ہے تو پیش فرمائیں اور اگر ظنی سے ثابت ہے تو اوّلاً ظنی پر اپنا ایمان ثابت کریں۔ پھر وہ ظنی پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۱۴: آپ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں: ''وہ پہلے شخص تھے جن کی قبر پوجی گئی اور ان کا بت بنا کر پوجا گیا۔'' (ایضاً ص ۵)

سوال یہ ہے کہ آپ کی یہ دونوں باتیں درست ہیں یا ایک۔ پھر دونوں صحیح ہیں یا ایک، نص قطعی سے ثابت فرمائیں ظنی کو ہاتھ نہ لگائیں۔ اگر ظنی پیش کرتے ہیں تو پہلے تسلیم فرمائیں کہ ظنی قابل قبول ہے؟

سوال نمبر ۱۵: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''ود سواع یغوث یعوق نسر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق یہ قوم نوح کے نیک لوگ تھے۔'' (ایضاً ص ۵)

اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اوّلاً ود بن آدم کو پیغمبر خدا قرار دیا اور اس مقام پر اسے صرف نیک آدمی قرار دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ود بن آدم واقعی پیغمبر تھے یا صرف نیک آدمی تھے۔ وضاحت فرمائیں کون سی بات سچی ہے اور کون سی بات جھوٹی ہے؟

سوال نمبر ۱۶: آپ نے اپنے رسالہ میں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ روایت قطعی ہے یا ظنی اگر قطعی ہے تو ثبوت پیش کریں۔ اگر ظنی ہے تو اولاً اس کی حجیت پیش فرمائیں پھر ثبوت دیں؟

سوال نمبر ۱۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''کیونکہ الا اللہ پر تو اہل مکہ کا ایمان تھا۔'' (ایضاً ص ۶)

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی مشرکین مکہ کا الا اللہ پر ایمان تھا تو پھر جھگڑا کس بات پر تھا؟

سوال نمبر ۱۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ شجر بیعت رضوان کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی عظمت اور اہمیت اور کیا ہوگی۔ مگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے جڑوں سے اکھڑوا کر آگ لگوا دی۔ (ایضاً ص ۷)

اب سوال یہ ہے کہ یہ واقعہ قرآن مجید کی کس نص قطعی میں یا پھر کس حدیث متواترہ سے ثابت ہے اور یہ بھی بتائیں کہ یہ واقعہ قطعی ہے یا ظنی۔ اگر ظنی ہے تو کیا آپ ظنی کو حجت سمجھتے ہیں۔ اگر ظنی کو حجت نہیں سمجھتے تو پھر ایسی دلیل کیوں پیش کی جو آپ کے نزدیک ظنی ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہے؟

سوال نمبر ۱۹: کیا واقعی حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی درخت کو کاٹ کر جلوا دیا تھا۔ جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی یا کوئی اور درخت تھا، جس کو لوگوں نے شجرہ بیعت رضوان سمجھ لیا تھا۔ نص قطعی سے جواب درکار ہے؟

سوال نمبر ۲۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''یہاں تک کہ پیغمبر سے خدائی صفات منسوب کر دی جاتی ہیں۔ وفات کے بعد سنتے ہیں، جانتے ہیں، استشفاع کرتے۔ وغیرہ!'' (ایضاً ص ۷)

اب سوال یہ ہے کہ کیا خدائی صفات یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ وفات کے بعد سنتا ہے، جانتا ہے اور استشفاع کرتا ہے۔ معاذ اللہ!

سوال نمبر ۲۱: وفات کے بعد کسی شخصیت کے بارے میں یہ نظریہ قائم کیا جائے کہ وہ دیکھتی اور سنتی ہے تو یہ خدائی صفات ٹھہرتے ہیں۔ لیکن اگر وفات سے پہلے کسی شخصیت کے بارے میں یہ یقین رکھا جائے کہ وہ قریب سے دیکھتی اور سنتی ہے تو کیا یہ بھی خدائی صفات ٹھہریں گے یا نہ اگر نہیں تو وجہ فرق بیان کریں؟

سوال نمبر ۲۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آٹھویں صدی ہجری شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں توحید کے انتہائی عظیم داعی اور شرک و بدعت کے عظیم قاطع اور مجاہد کو پیدا فرمایا۔ (ایضاً ص ۸)

آپ نے اس عبارت میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو توحید کا انتہائی عظیم داعی اور شرک و بدعت کا عظیم قاطع اور مجاہد قرار دیا ہے۔ لیکن توحید کا یہ عظیم داعی اور شرک کا عظیم قاطع صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کا قائل نہیں بلکہ وہ تو عند القبر عام موتی کے سماع کا قائل ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''فان المیت یسمع النداء کما ثبت فی الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انہ یسمع قرع نعالھم و انہ قال ما انتم باسمع لما اقول منھم و انہ امرنا باسلام علی الموتی فقال مامن رجل یمرّ بقبر الرجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم الا ردّ اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام و اللہ اعلم'' پس یقیناً میت آواز کو سنتا ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً مردہ دفنانے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (بر موقع قلیب بدر) میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موتی پر

سلام کرنے کا حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ کسی شخص کی قبر سے گزرے۔ جس کے ساتھ اس کی دنیا میں جان پہچان تھی تو وہ اس پر سلام کرے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کی روح کو اس پر واپس کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ج ا ص ۲۴۲)

اب سوال یہ ہے کہ اگر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عام موتی کے سماع کا قائل ہو تو وہ توحید کا عظیم داعی اور شرک و بدعت کا عظیم قاطع ٹھہرتا ہے اور اگر علماء دیو بند کثر اللہ سوادہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر اور سماع عند القبر پر ایمان لائیں تو شرک کا چور دروازہ کھولنے والے ٹھہریں۔ آخر وجہ کیا ہے؟

سوال نمبر ۲۳: یہی امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اعادہ روح فی الجسد کی حدیثوں کو متواتر کہتا ہے۔ دیکھئے حدیث ''شرح النزول'' کیا آپ بھی اس توحید کے عظیم مجاہد کی طرح اعادہ روح کے قائل ہیں؟

سوال نمبر ۲۴: حیات قبر باعادہ روح اور سماع موتی کے عقیدہ رکھنے کے باوجود امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی توحید میں کوئی فرق نہیں آتا اور بایں ہمہ داعی توحید اور قاطع شرک رہتے ہیں۔ نہ معلوم آپ کی توحید کیسی ہے کہ عقیدہ حیات قبر اور سماع موتی سے متزلزل ہونے لگتی ہے۔ بتایئے آپ کی توحید اچھی ہے یا امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی؟

سوال نمبر ۲۵: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''ان کے بعد عرب کے علاقہ میں نمایاں نام شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ہے۔ ان دو عظیم شخصیتوں کو بدقسمت اور بدبخت لوگوں نے ان کی عظیم حیثیت کی قدر کرنے کی بجائے نعوذ باللہ ملحد زندیق گستاخ نبی اور نہ جانے کیا کیا قرار دیا۔'' آپ نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعریف کی اور اسے بھی امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح توحید کا عظیم داعی قرار دیا۔ لیکن وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صلوٰۃ و سلام پہنچے کے قائل ہیں۔ دیکھئے (کتاب التوحید ص ۴۹، ۵۰) کیا آپ بھی ان حضرات والا عقیدہ رکھتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۶: آپ نے شکوہ کیا کہ بدقسمت اور بدبخت لوگوں نے ان دو عظیم شخصیتوں کی قدر نہیں کی بلکہ ان کو ملحد زندیق گستاخ نبی کہا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو حیات قبر، اعادہ روح اور سماع موتی وغیرہ عقائد کی وجہ سے ان کو ''فیمسک التی قضی علیھا الموتی'' کا منکر قرار دے کر ان کی کون سی قدر کی؟

سوال نمبر ۲۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ مجدد الف ثانی اور جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان عظیم شخصیتوں نے دین اسلام کو تمام کثافتوں اور آمیزشوں سے پاک کر کے رکھ دیا۔ توحید و سنت کو الگ کر دیا اور شرک و بدعت کو الگ۔ (ایضاً ص ۸)

اب سوال یہ ہے کہ کیا ان حضرات نے اعادہ روح فی القبر اور عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور توسل بالصالحین کا تمہاری طرح انکار کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو ان کی کتابوں سے ثابت فرمائیں۔ اگر ان کی کتابوں سے تمہارے مخصوص عقائد ثابت نہیں تو پھر بتائیں تمہاری توحید صحیح ہے یا ان حضرات کی؟

سوال نمبر ۲۸: پھر آپ نے ان حضرات کے تلامذہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی، حضرت مولانا حسین علی الوانی واں بھچروی، مولانا اشرف علی تھانوی، سید حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی (رحمہم اللہ) کی بڑی تعریف کی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ لوگ ان حضرات کو عقیدہ حیات قبر، اعادہ روح، تعلق روح، سماع موتی اور توسل کی وجہ سے قرآن کا منکر بھی قرار دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک طرف ان کو توحید کا داعی کہتے ہو اور دوسری طرف ان پر فتوے صادر کرتے ہو۔ لہٰذا بتائیں یہ دورنگی چال کیوں ہے؟

سوال نمبر ۲۹: آپ نے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دیو بندی وہ ہوتا ہے کہ جو صوفیائے اسلام کی نسبت وطلب یا کم از کم دل میں ان کی عظمت ومحبت رکھتا ہو۔ (ایضاً ص۹)

اور صوفیاء کے متعلق آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ ہندوستان میں چونکہ اسلام کچھ ایسے صوفیاء کے ذریعے متعارف ہوا تھا۔ جن میں بڑی تعداد ایران میں بسنے والے قرامطہ اور اسماعیلیہ کی تھی، جنہوں نے اپنے مخصوص عزائم کے ساتھ یہاں عربی محمدی اسلام کی بجائے عجمی اسلام کی تبلیغ کی۔ (ایضاً ص۸)

اب سوال یہ ہے کہ صوفیائے کرام کا احترام یہی ہے جو آپ نے کیا؟

سوال نمبر ۳۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی نے انگریزوں کے ایماء پر علماء دیو بند پر بے بنیاد الزامات لگائے اور دھوکہ دہی کے ساتھ علماء حرمین سے ان کے خلاف فتویٰ تکفیر حاصل کر کے اس کی تشہیر کی۔ جس کے ازالے کے لئے مولانا شبیر احمد، حسین احمد مدنی نے ۲۶ سوالوں پر مشتمل ایک سوال نامہ تحریر کیا اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے اس کے جوابات لکھے۔ چونکہ مولوی احمد رضا خان کے فتویٰ کا نام حسام الحرمین تھا۔ اس لئے اس جواب نامہ کا نام ''المھند علی المفند'' رکھا گیا جس کا اردو ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے۔ ''ایک سٹھیاتے ہوئے شخص پر ہندوستانی تلوار کا وار'' صد افسوس! اس جواب نامہ پر جس پر ۲۴ علماء دیو بند کے دستخط بھی تھے اور جو بقول مولانا منظور احمد نعمانی کے مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی کوئی مستقل تصنیف بھی نہ تھی کو تقریباً نصف صدی بعد اصاغرین نے عقائد علماء دیو بند بنا ڈالا۔ (ایضاً ص۱۰)

اب سوال یہ ہے کہ اگر اصاغر نے اپنے اکابر کی تحقیقات کو ''شریف'' کا لقب دیا اور ''المھند علی المفند'' شریف کہا۔ آپ کو تکلیف کیوں ہوئی۔ بخاری شریف کو بھی تو بعد والے لوگوں نے بخاری شریف کہا۔ کیا آپ اس پر بھی اعتراض کریں گے؟ آپ نے یہ تو اعتراف کیا کہ المھند پر ۲۴ علماء دیو بند کے دستخط ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان ۲۴ علماء کرام کی رائے سے آپ کو اتفاق ہے یا اختلاف۔ المھند میں لکھی ہوئی باتیں غلط ہیں یا صحیح، المھند میں سچ بولا گیا ہے یا مصلحتاً جھوٹ بولا گیا ہے؟

سوال نمبر ۳۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ المھند بقول مولانا محمد منظور احمد نعمانی کہ مولانا خلیل احمد صاحب کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس جملہ کو تحریر کرنے سے آپ کی غرض کیا ہے؟

سوال نمبر ۳۲: اگر آپ یہ جملہ نقل کر کے المھند کی حیثیت کو گرانا چاہتے ہیں تو گزارش یہ ہے کہ فتاویٰ دار العلوم دیو بند اسی طرح دیگر تمام فتاویٰ جات ہمارے مفتیان کرام کی مستقل تصانیف نہیں ہیں بلکہ لوگ مفتیان کرام سے سوال کرتے ہیں۔ حضرات مفتیان کرام جواب دیتے ہیں تو یہ سوال وجواب کا مجموعہ فتاویٰ کہلاتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص ان فتاویٰ کو یہ کہہ کر کہ یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے، ان کے وزن گرانے کی کوشش کرے گا تو یہ اس کی کوتاہ فہمی ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اپنی کوتاہ فہمی سے المھند شریف کے وزن گرانے کی ناپاک کوشش کیوں کی ہے؟

سوال نمبر ۳۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ: ''اکابر علماء دیو بند میں حضرت مولانا حسین علی واں بھچروی علماء دیو بند میں ایک خاص ذوق اور امتیاز کے حامل تھے۔ ان پر دعوت وتعلیم وتدبر قرآن کا غلبہ تھا۔'' (ایضاً ص۱۵) اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ لوگ حضرت مولانا حسین علی صاحب کے عقائد سے متفق ہیں یا نہ؟ وضاحت فرمائیں؟

سوال نمبر ۳۴: آپ نے بلغۃ الحیران کی ابتداء میں لکھا ہے کہ مولانا حسین علی صاحب فرماتے ہیں۔ میں امام ربانی کی مزار پر بیٹھا اور ان کے ساتھ باتیں کیں۔ کیا تم لوگ بھی اس کے قائل ہو کہ زندہ آدمی مردہ مدفون کے ساتھ باتیں کر سکتا ہے؟

سوال نمبر ۳۵: حضرت مولانا حسین علی صاحب بلغۃ الحیران اور تحریرات حدیث میں توسل بالانبیاء علیہم السلام والصالحین کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کیا تم بھی توسل کے قائل ہو؟

سوال نمبر ۳۶: حضرت مولانا حسین علی صاحب تحریرات حدیث میں لکھتے ہیں: ''المنکر والنکیر یأتیان المیت فیرسل فی ذلک المیت الروح'' یعنی میت کی طرف اس کی روح کو ارسال کیا جاتا ہے اور منکر نکیر اس کے پاس آ کر اس سے حساب لیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا تم ہر اعادہ روح پر ایمان رکھتے ہو یا نہ؟

سوال نمبر ۳۷: حضرت مولانا حسین علی صاحب تحریرات حدیث میں ''استشفاع'' عند قبر النبی ﷺ کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا تم بھی ''استشفاع'' کے قائل ہو یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۸: اگر تم لوگ ان عقائد میں حضرت مولانا حسین علی صاحب سے متفق نہیں ہو، بلکہ ایسے عقائد والوں کو مشرک اور منکر قرآن کہتے ہو تو خواہ مخواہ ان کا نام لے کر ان کو بدنام کیوں کر رہے ہو؟

سوال نمبر ۳۹: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''حضرت مولانا کی اس حکمت عملی کا بڑا فائدہ ہوا جسے ان کے تلامذہ بالخصوص شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان راولپنڈی (شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طاہر) پنج پیر ضلع صوابی اور داعی قرآن حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجرات نے جاری رکھا۔'' (ایضاً ص ۱۱)

اب سوال یہ ہے کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب کے ان تلامذہ نے مولانا کے عقائد شرکیہ کہہ کر ان کی محنت پر پانی پھیرا یا ان کی حکمت عملی کو جاری رکھا؟

سوال نمبر ۴۰: حضرت مولانا حسین علی صاحب نے اپنی کتاب تحریرات حدیث میں حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر کو تسلیم فرمایا اور یہ بھی ثابت کیا کہ آپ ﷺ قریب سے صلوٰۃ وسلام خود فرماتے ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مولانا کے یہ تلامذہ مولانا کے اس عقیدہ پر قائم رہے یا منحرف ہو گئے؟

سوال نمبر ۴۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''پنجاب اور سندھ کی نسبت سرحد میں فرقہ بریلویت کے نام پر اپنے مخصوص عقائد پھیلانے والے تو کم تھے، مگر بدقسمتی سے ان کی یہ کمی نام نہاد دیوبندیوں نے بدرجہ اتم پوری کی۔ ان مفاد پرست عناصر نے دیوبندیوں کے بھیس میں فرقہ بریلویت کے عقائد نبی ﷺ کے حاضر ناظر ہونے، نبی ﷺ واولیاء کرام کے عالم الغیب ہونے اور استمداد واستشفاع بالقبور کے عقائد بد کو ترویج دینے میں بھرپور کردار ادا کیا۔'' (ایضاً ص ۱۲)

اب سوال یہ ہے کہ کس دیوبندی عالم نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر اور عالم الغیب ہیں۔ اس کا نام بتائیں حقیقت یہ ہے کہ ان عقائد کا حامل دیوبندی ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا علماء دیوبند پر یہ الزام اور بہتان کیوں؟ کیا آپ کے نزدیک جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ نہیں ہے؟

سوال نمبر ۴۲: باقی رہا استمداد بمعنی استفادہ تو وہ حضرت مولانا حسین علی صاحب نے امام ربانی کی قبر کے پاس بیٹھ کر کیا ہے۔ کیا حضرت مولانا حسین علی صاحب نے بریلویوں کے عقیدہ بد کی ترویج کی ہے؟ (بلغۃ الحیران)

سوال نمبر ۴۳: اگر استشفاع عند القبر الشریف بریلویوں کا عقیدہ بد ہے تو حضرت مولانا حسین علی صاحب نے تحریرات حدیث میں اس کو حدیثوں سے کیوں ثابت کیا ہے؟

سوال نمبر ۴۴: بہت سے فقہاء اسلام نے حضور اکرم ﷺ کی مزار اقدس واطہر کی زیارت کے جو آداب لکھے ہیں۔ ان میں استشفاع کا مسئلہ بھی لکھا ہے۔ دیکھئے فتح القدیر شامی وغیرہ! اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ فقہاء اسلام بریلویوں کے عقیدہ بد کی ترویج کرنے والے تھے؟

سوال نمبر ۴۵: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''سماع موتی کا عقیدہ شرک کی اصل جڑ اور اس کا چور دروازہ ہے اور اس جڑ کو کاٹ دیا جائے تو شرک کا درخت کبھی نشوونما نہ پا سکے۔'' (ایضاً ص ۱۴)

اگر بقول شما سماع موتی شرک کی جڑ ہے تو حضور اکرم ﷺ کی پوری امت آپ ﷺ کے سماع کی عہد اوّل سے قائل چلی آ رہی ہے۔ کوئی ایک ایسا عالم دین نہیں ہے جس نے آپ ﷺ کے سماع کا انکار کیا ہو، خواہ وہ متکلم ہو یا فقیہ صوفی ہو یا محقق، مفسر ہو یا محدث مدرس ہو یا مبلغ سنی دیوبندی ہو یا حنفی گنگوہی ہو یا نانوتوی کشمیری ہو یا مدنی، حسین علی ہو یا حسین احمد۔ الغرض یہ سب علماء اسلام حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر کے قائل چلے آ رہے ہیں۔ کیا معاذ اللہ! یہ سب حضرات شرک کی بیخ کو مضبوط کرنے والے تھے؟

سوال نمبر ۴۶: ۱۹۶۲ء میں جب قاری محمد طیب صاحب نے اپنا تاریخ ساز فیصلہ لکھا جس میں حضور اکرم ﷺ کے سماع کا اقرار تھا تو اس فیصلہ پر حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب، حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے اس پر دستخط فرما کر اور اس کو تسلیم فرما کر شرک کی جڑوں کو کیوں مضبوط کیا؟

سوال نمبر ۴۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''چنانچہ انہوں نے (عنایت اللہ شاہ) نے بڑی شدومد کے ساتھ اس عقیدے (سماع موتی) کی مذمت شروع کر دی، جس پر تمام علماء دیوبندان پر صاد کرتے تھے۔'' اب سوال یہ ہے کہ مولانا محمد ایاز صاحب! آپ نے اتنا بڑا جھوٹ بول کر کیا کمایا؟ کس دیوبندی عالم نے اس خاص عقیدہ میں عنایت اللہ گجراتی کی تصدیق کی اس کا نام بتائیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص عقائد مخصوصہ میں عنایت اللہ گجراتی کی تصدیق کرتا ہے، وہ دیوبندی کہلوانے کا حقدار نہیں ہے جو عنایت اللہ گجراتی کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ دیوبندی نہیں اور جو دیوبندی ہے۔ وہ عنایت اللہ گجراتی کی تصدیق نہیں کرتا۔ افسوس کہ آپ نے غلط بیانی کر کے ناممکن کو ممکن بنا دیا؟

سوال نمبر ۴۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''لیکن انہیں جلد ہی یہ احساس ہو گیا کہ توحید خالص کی دعوت واشاعت جمعیت علمائے اسلام کے پروگرام کا حصہ نہیں ہے اور ان کا عقیدہ توحید الا اللہ سے اوپر نہیں اٹھ پاتا۔ لا الہ سے بعض جبینوں پر بل آنے لگتے ہیں۔ غالباً یہی احساس توحید خالص کی دعوت کے لئے اپنی جماعت اور پلیٹ فارم بنانے کا باعث بنا اور اشاعت التوحید والسنت پاکستان تشکیل پائی، مگر تعلقات قائم رہے اور جلسوں میں شرکت بھی ہوتی رہی۔'' (ایضاً ص ۱۴)

جناب مولوی محمد ایاز صاحب آپ نے جو یہ دعویٰ کیا کہ توحید خالص کی دعوت واشاعت جمعیۃ العلماء اسلام کے پروگرام کا حصہ نہیں ہے اور ان کے جبینوں پر لا الہ سے بل آنے لگتے ہیں۔ اس کی دلیل آپ کے پاس کیا

ہے؟ پیش فرمائیں اور یہ بھی بتائیں وہ دلیل قطعی ہے یا ظنی، ورنہ بروز قیامت اس جھوٹ اور بہتان کی جواب دہی کے لئے تیار رہیں یا پھر جمعیت علماء اسلام سے معافی مانگیں۔

جمعیۃ علماء اسلام کی خدمت میں گزارش: اشاعتیوں کا یہ الزام چونکہ براہ راست جمعیت علماء اسلام پر ہے۔ لہٰذا مزید صفائی وہ اپنی طرف سے خود پیش کریں اور غور بھی فرمائیں کہ جن لوگوں کو آپ نے جماعت کے کلیدی عہدوں پر فایز کر رکھا۔ ان کا آپ کے بارے میں حسن ظنی یہ ہے۔ مشتری ہوشیار باش

سوال نمبر ۴۹: آپ نے الزام لگایا کہ توحید خالص جمعیۃ علماء اسلام کے پروگرام کا حصہ نہیں ہے بلکہ ان کی بعض جبینوں پر لاالہ سے بل آنے لگتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھ مارا کہ تعلقات قائم رہے۔ جلسوں میں شرکت بھی ہوتی رہی۔ اب سوال یہ ہے کہ اس الزام اور اعتراف جرم کے باوجود ان کے ساتھ تعلق قائم رکھنا تمہاری غیرت ایمانی کو کیسے گوارا ہوا؟

سوال نمبر ۵۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا جن لوگوں کو دینی جلسوں میں شرکت کا موقع ملتا رہتا ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جلسے میں بڑے مقرر کو آخری مقرر کے طور پر موقع دیا جاتا ہے تاکہ پنڈال بھرا رہے اور جلسہ دیر تک جاری رکھ کر کامیابی کا تاثر دیا جاسکے۔ اب صورتحال یوں ہوگئی تھی کہ شیخ القرآن اور شاہ صاحب قرآن سناتے تھے اور سامعین پر بڑا گہرا اثر ہوتا تھا۔ جب کہ دوسرے مقررین روایتی باتیں کرتے تھے۔ منتظمین جلسہ عجیب مشکل میں پڑے رہتے تھے کہ وہ ان بزرگوں کو اہم مقررین بھی نہیں بنانا چاہتے تھے اور دوسری طرف یہ بھی حقیقت تھی کہ اگر ان شخصیات میں سے کسی کی تقریر پہلے ہوجاتی تو سامعین ان کی تقریر ختم ہونے کے بعد اٹھ جاتے تھے اور بعد کے مقررین کے سامنے عوام الناس کی بہت کم تعداد رہ پاتی، جس سے جلسہ کی ناکامی کا تاثر ابھرتا تھا۔ (ایضاً ص ۱۵)

محترم مولوی محمد ایاز صاحب آپ نے اپنی اس عبارت میں تاثر دیا کہ ہمارے جلسے مولانا غلام اللہ خان صاحب اور عنایت اللہ گجرات کی وجہ سے کامیاب ہوتے تھے۔ آخری خطیب یہی حضرات ہوتے تھے۔ لوگ انہی کی تقریر سننے کے لئے بیٹھے رہتے تھے۔ اگر یہ لوگ پہلے تقریر کر لیتے تو عوام اٹھ کر چلی جاتی۔ دوسرے خطیبوں کی تقریر کوئی نہیں سنتا تھا اور یوں جلسہ ناکام ہوجاتا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ کے یہ دونوں بزرگ وفات پاکر عالم قبر و برزخ میں جاچکے ہیں۔ اب ہمارے علماء اپنے جلسوں میں آپ کی جماعت کے کن خطباء کو بلاتے ہیں یا انہوں نے جلسے کرانا چھوڑ دیا ہے کیا اب ان کے جلسے ناکام ہورہے ہیں؟

سوال نمبر ۵۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ اسی تاثر نے علماء میں معاصرانہ چشمک پیدا کر دی سو جب ان علماء کے مابین عالم برزخ میں حیات نبوی ﷺ کی کیفیت میں جزئی اختلاف پیدا ہوا تو باوجود اس کے کہ اشاعت التوحید والسنۃ سے وابستہ علماء کے بارے میں بھی دوسرے علماء جانتے تھے کہ یہ حضرات برزخی حیات کے قائل ہیں۔ صرف کیفیت میں مختلف الرائے ہیں۔ (ایضاً ص ۱۵)

آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات قبر و برزخ میں کون سا جزئی اختلاف ہے، اس کی وضاحت فرمائیں اور اس کی بھی وضاحت فرمائیں کہ حیات برزخیہ کسے کہتے ہیں۔ آیا یہ حیات برزخیہ دنیا والے جسد سے متعلق ہے یا کسی اور جسد سے فریقین کے عقیدہ کو کھول کھول کر بیان فرمائیں۔ اجمال ابہام سے کام نہ لیں اور گول مول بات نہ کریں۔ اپنا اور علماء دیوبند کا موقف واضح کریں اور نقطہ اختلاف کو ظاہر کریں۔

سوال نمبر ۵۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''ان علماء جن میں سرفہرست مولانا محمد علی

جالندھری رحمۃ اللہ علیہ صاحب تھے، نے سب سے پہلے حیات النبی ﷺ کے مسئلے کو اچھالا بلکہ بعض علماء ےتو خوف خدا سے ہی بے نیاز ہو کر اشاعت کے علماء کو منکرین حیات النبی ﷺ کے لقب سے مشہور کر دیا۔'' حتیٰ کہ اس میدان میں بریلویوں کو بھی مات دے دیا۔ مولوی محمد ایاز صاحب! اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر خدا لگتی بات کریں کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ کو حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اوّلاً چھیڑا یا عنایت اللہ گجراتی نے جنہوں نے خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسے پر عقیدہ حیات النبی ﷺ میں اختلاف ظاہر کیا۔ جمہور کی رائے سے ہٹ کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ ہاں! اس کے دفاع میں سب سے پہلے میدان میں آنے والے مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ایاز صاحب! حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ کیونکہ کاذب بود خوار، بے اعتبار۔

سوال نمبر ۵۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ان نام نہاد دیوبندیوں نے مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے ساتھ وہی کیا تو ان دیوبندیوں کے ساتھ بریلویوں نے کیا تھا۔ جب حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے چند مٹھی بھر مخصوص تلامذہ نے صرف اپنے شیخ کی راہ کو چھوڑا ہی نہیں بلکہ اپنے شیخ کے عقائد کو شرکیہ وکفریہ قرار دیا تو اگر اصاغر دیوبند نے کچھ کیا تو کون سا جرم کیا؟

سوال نمبر ۵۴: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اصاغرین دیوبند کی زیادہ تر توانائی مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع موتی اور اشاعت کی صورت میں ایک حقیقی دیوبندی مکتب فکر کی حق پرست جماعت کے خلاف رہی ہے۔ مولوی صاحب! اتنا بڑا جھوٹ بولکر آپ نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ جھوٹ بہر حال جھوٹ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام علماء دیوبند خواہ اکابر ہوں یا اصاغر ہوں، ان سب کی توانائیاں اور صلاحیتیں دین اسلام کے ایک ایک مسئلے کی حفاظت اور ہر باطل کی سرکوبی میں صرف ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ آپ حقیقی دیوبندی ہونے کا دعویٰ تو کر رہے ہیں، لیکن یہ نرا دعویٰ ہے۔ جب تک آپ گمراہ کن نظریات سے توبہ تائب ہو کر حضرت مولانا حسین علی سمیت تمام علماء دیوبند کے نظریات از قسم حیات الانبیاء کی صحیح صورت، عذاب قبر کی صحیح صورت اعادہ روح اور تعلق روح فی القبر توسل بالانبیاء والصالحین اور استشفاع عند القبر الشریف وغیرہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ تم سنی دیوبندی نہیں بن سکتے۔ اب اس کے باوجود آپ کا دعویٰ دیوبندیت ایسا ہے، جیسے مرزائیوں کا دعویٰ ہے کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو ماننے کے باوجود مسلمان ہیں۔

سوال نمبر ۵۵: آپ نے آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ان اصاغر نے اپنے اکابرین کی اس فکر پر پانی پھیر دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان اصاغر نے فرقہ بریلویت کا اس حد تک کبھی بھی مقابلہ نہیں کیا بلکہ الٹا ان سے مختلف سطحوں پر اتحاد کرنا اور روابط بڑھانا شروع کر دیئے۔ (ایضاً ص ۱۶)

مولوی محمد ایاز صاحب! غلط بیانی سے آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ نام تو آپ کی جماعت کا اشاعت التوحید والسنت ہے اور کام آپ کا اشاعت الکذب والبہتان ہے۔ الحمد للہ! اصاغر دیوبند اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بریلویوں اور معتزلیوں سمیت ہر باطل کے خلاف میدان جہاد میں مسلح ہو کر اترے ہوئے ہیں۔ اصاغر نے اکابر کی طرح کسی طرح فرقہ سے کسی قسم کی رواداری نہیں کی۔ آپ نے جھوٹ بولا کہ اصاغر نے اکابر کے کام پر پانی پھیر دیا نہیں، نہیں اصاغر نے اکابر کا نام روشن کیا اور شان کو بلند کیا؟

سوال نمبر ۵۶: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ادھر اشاعت التوحید والسنت کے علماء کا یہ حال تھا کہ وہ حیات برزخیہ کی کیفیت کے مسئلہ کو عقائد ضروریہ میں سے ہی نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک برزخی حیات جو

دلالۃ النص سے ثابت ہے۔اس کا عقیدہ رکھنا ہی کافی تھا۔وہ اس مسئلہ کو کوئی معیار ایمانی نہیں سمجھتے۔وہ جزء کو کل اور فروع کو اصول کے درجے پر نہیں تصور کرتے تھے۔وہ اکابرین دیوبند کے فیض یافتہ تھے اور دیوبند کے اکابرین کا شیوہ وشعار خوب سمجھتے تھے۔وہ جماعت دیوبند سے دل کی گہرائیوں سے وابستہ تھے اور جماعت میں تفرقہ کو سخت ناپسند کرتے تھے۔جماعت دیوبند ان کی کمزوری تھی۔اب سوال یہ ہے کہ جماعت دیوبند اشاعت التوحید والسنۃ کے لئے کون سی کمزوری ہے۔مہربانی فرما کر اس کمزوری کی وضاحت کیجئے؟

سوال نمبر ۵۷: آپ نے یہاں تو یہ فرمایا کہ حیات برزخیہ کے کیفیت کے مسئلہ کو عقائد ضروریہ میں سے ہی نہیں سمجھتے تھے۔ان کے نزدیک برزخی حیات جو دلالۃ النص سے ثابت ہے۔اس کا عقیدہ رکھنا ہی کافی تھا وہ اس مسئلہ کو کوئی معیار ایمانی نہیں سمجھتے تھے اور اپنے اسی رسالہ کے شروع میں یہ فرمایا۔قبر پرستی کی بنیادی روح یہ تھی اور اب بھی یہی ہے کہ صاحب قبر قبر میں زندہ ہے سنتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ مسئلہ عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے۔اس کو قبر پرستی کی بنیادی روح قرار دینا غلط ہے اور اگر عقیدہ حیات قبر واقعی قبر پرستی کی بنیادی روح ہے تو اسے غیر ضروری قرار دینا درست نہیں ہے۔مہربانی فرما کر بتائیں کہ آپ کی کون سی بات صحیح اور کون سی غلط ہے؟

سوال نمبر ۵۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے جس کی بہترین مثال حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ساتھ علماء اشاعت کا مصلحت کا تقاضہ سمجھتے ہوئے اپنے اصولی موقف پر بادل نخواستہ معاہدہ پر دستخط کرنا تھا، جس کا بعد میں انہیں خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ کے بڑے ایسے تھے کہ اصولوں پر سودا کرلیا کرتے؟

سوال نمبر ۵۹: کیا آپ کے بڑے اس مزاج کے مالک تھے کہ ان کی دل میں کچھ ہوتا تھا اور ظاہر میں کچھ کرتے تھے؟

سوال نمبر ۶۰: ایک شخص کے دل میں کچھ اور ہو اور ظاہر کچھ اور کرے تو اس کو اصطلاح شریعت میں کیا کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۶۱: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے بڑوں نے قاری محمد طیب صاحب کے فیصلہ پر بادل نخواستہ دستخط کئے اور اسے تسلیم کیا۔اگر آپ کے پاس ثبوت ہے تو پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۶۲: یہ اگر آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو کیا یہ بڑوں پر الزام ہوگا یا نہ؟

سوال نمبر ۶۳: اگر بالفرض آپ کے بڑوں نے قاری محمد طیب صاحب کے فیصلہ پر بادل نخواستہ دستخط کئے تھے تو سوال یہ ہے کہ آپ کی جماعت نے اپنے مشہور ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' اگست ۱۹۶۲ء میں اس فیصلہ کی روئیداد کو کیوں شائع کیا۔اگر یہ فیصلہ آپ کی مجبوری اور آپ کی کمزوری سے ہوا تھا تو اس کی اشاعت کے بجائے اس کو دفن کردیتے۔

سوال نمبر ۶۴: اس فیصلے کے بعد جمعیۃ توحید والسنۃ کا ایک اجلاس ہوا جس میں جماعت کے ۸۴ علماء شریک ہوئے۔ان سب نے اس فیصلہ کی توثیق کی اور جماعت کے ہر فرد کو اس پر پابندی کرنے کی تلقین کی گئی۔اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ فیصلہ بادل نخواستہ تھا اور کسی کمزوری اور مجبوری کی وجہ سے ہوا تھا تو اشاعت التوحید کے اجلاس میں اس کی توثیق کیوں کی گئی اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس اجلاس کی کارروائی بھی تعلیم القرآن کے اسی ماہنامہ میں شائع ہوئی جس میں یہ فیصلہ شائع ہوا؟

سوال نمبر ۶۵: ماہنامہ تعلیم القرآن کے اسی شمارہ میں جناب سجاد بخاری کا ایک مضمون بھی شائع ہوا، جس کا عنوان یہ تھا عقیدہ حیات النبی ﷺ سے متعلق چار سالہ نزاع ختم ہوگیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر قاری محمد طیب صاحب کے فیصلہ کو آپ نے بادل نخواستہ تسلیم کیا تھا تو سجاد بخاری نے اپنی جماعت کو یہ خوشخبری کیوں سنائی؟

سوال نمبر ٦٦: آپ کی جماعت کے سرکردہ بزرگوں نے حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب، حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب اس فیصلے کو تسلیم کرنے والے اور اس پر دستخط کرنے والے ہیں۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کس بزرگ نے اس فیصلہ سے انحراف کیا۔ کس نے کہا کہ یہ فیصلہ ہماری مجبوری اور کمزوری ہے اور کس نے کہا کہ میں نے بادل نخواستہ اس فیصلہ پر دستخط کئے ہیں؟

سوال نمبر ٦٧: آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ اس فیصلہ پر اشاعت کا دستخط کرنا مصلحت کا تقاضہ تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سی مصلحت تھی جس کے تقاضہ کے ساتھ آپ کے بڑوں نے دستخط کر دیئے۔ ذرا اس مصلحت کی وضاحت کریں۔ کیا یہ مصلحت منافقت سے تو تعبیر نہیں ہے؟

سوال نمبر ٦٨: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ اس فیصلہ پر دستخط کرنے کے بعد اشاعت کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سا خمیازہ تھا جو آپ کی جماعت کو بھگتنا پڑا؟

سوال نمبر ٦٩: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''اشاعت التوحید والسنۃ سے وابستہ علماء نے اس وقت کے اکابرین اور علماء دین جو واقعہ میں دین کے عالم تھے، سے رابطہ کیا۔ انہیں اپنا موقف بتایا۔ اپنے دلائل ان کے سامنے رکھے۔ متحارب اصاغرین کے دلائل کا تجزیہ کیا۔ ان اکابر وعلماء نے ان کے دلائل پر صاد بھی کیا اور اصاغرین کی زیادتیوں کی شکایت بھی کی۔'' (ایضاً ص ١٦)

آپ کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ ان اکابر علماء دین کے نام بتائیں اور باقاعدہ تحریری ثبوت پیش کریں، جنہوں نے اشاعت التوحید والسنۃ کے موقف کی تصدیق کی اور اصاغر دیوبند کی زیادتیوں کی شکایت کی بات بحوالہ کریں۔ غلط بیانی نہ ہو؟

سوال نمبر ٧٠: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اس حقیقت سے قطع نظر کہ کون کون سے بزرگ ان دونوں (شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور سید عنایت اللہ گجراتی) کی پتنگ کاٹنا چاہتے تھے اور کون اللہ کی بجائے قاری محمد طیب صاحب کے دادے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لڑ رہا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ قطع نظر نہ فرمائیں بلکہ بات کھولیں کہ کون کون سے لوگ آپ کے مشائخ قرآن کی پتنگ کاٹنا چاہتے تھے اور کون لوگ اللہ تعالیٰ کی بجائے قاری محمد طیب صاحب کے دادے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لڑ رہے تھے۔ مولانا حق بات کو چھپانا اچھی بات نہیں۔ ضرور ہمیں بتائیں کہ کون کس کے لئے لڑ رہا تھا؟

سوال نمبر ٧١: آپ نے جو یہ لکھا کون اللہ کی بجائے قاری محمد طیب کے دادے کے لئے لڑ رہا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا قاری محمد طیب صاحب کے دادا کی راہ اللہ کی راہ سے مختلف تھی۔ کیا قاری محمد طیب صاحب کے دادا کے لئے لڑنے والے اللہ تعالیٰ کے لئے لڑنے والے نہ تھے؟

سوال نمبر ٧٢: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ صلح کی تمام کوشش نقش بر آب ثابت ہوئیں۔ (ایضاً ص ١٧) اب سوال یہ ہے کہ قاری محمد طیب صاحب کی اس مصالحانہ کوشش کو کس نے ناکام کیا۔ وضاحت سے بتائیں؟

سوال نمبر ٧٣: بندہ عاجز کے فہم کے مطابق اس صلح کے ناکام کرنے والے تم ہی لوگ ہو۔ کیونکہ آپ کا بیان

ہے کہ اشاعت نے اس فیصلہ پر بادلِ نخواستہ دستخط کیے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ اشاعت والے بعض اوقات کمزوری اور نرم بھی پڑ جاتے ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ جماعت دیوبند ان کی کمزوری تھی۔ ان سب قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح کی ناکامی کی ذمہ داری تم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ اندازہ درست نہیں ہے تو آپ بتائیں کہ یہ صلح کیوں ناکام ہوئی؟

سوال نمبر ۷۴: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا۔ قرآن وحدیث صحیحہ ثابتہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعلیمات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یکسر اعراض کر کے المہند کو سر پر اٹھالیا گیا اور اسے علی المہند سے المہند شریف بنا دیا گیا اور اسے علمائے دیوبند کے عقائد کی متفقہ دستاویز کے طور پر پیش کیا گیا۔ مولانا صاحب! آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ المہند کو ماننا اس کو سر پر اٹھانا اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنا کیا واقعی ایسا ہے کہ اس سے قرآن حدیث صحیحہ ثابتہ، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعلیمات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اعراض لازم آتا ہے۔ اگر لازم آتا ہے تو ثبوت پیش فرمائیں اور دلائل بیان فرمائیں اور اگر اعراض لازم نہیں آتا تو آپ نے الزام کیوں لگایا۔ سوچ کر جواب دینا؟

سوال نمبر ۷۵: اگر واقعی المہند کو سر پر اٹھالینے سے جو کچھ آپ نے فرمایا وہ لازم آتا ہے تو سوال یہ ہے کہ جنہوں نے المہند کو تحریر کیا اور اس پر تصدیقی دستخط کئے تو کیا آپ کا یہ الزام ان پر عائد ہوگا یا نہ؟

سوال نمبر ۷۶: مولوی محمد ایاز صاحب! آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ ایک طرف تو آپ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم حقیقی معنوں میں دیوبندی ہیں اور یہ بھی دعویٰ کرتے ہو کہ ہم اکابرین دیوبند پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے اور کبھی کہتے ہو ہم فکر دیوبند کے امین ہیں اور دوسری طرف کہتے ہو کہ المہند علی المفند سے قرآن، حدیث صحیحہ، ثابتہ، آثار صحابہ اور تعلیمات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یکسر اعراض لازم آتا ہے۔ حالانکہ المہند تمام اکابر دیوبند کی متفقہ ومصدقہ کتاب ہے۔ اب بتادو کہ تمہارے اس دعویٰ میں کتنی صداقت باقی ہے؟

سوال نمبر ۷۷: المہند کو المہند شریف لکھنے سے آپ کو الرجی کیوں ہوئی؟

سوال نمبر ۷۸: آپ بتائیں کہ المہند میں درج مسائل ونظریات اور عقائد اگر یہ علماء دیوبند کے نظریات نہیں ہیں تو ہمارے علماء کے اس بارہ میں عقائد کیا ہیں۔ کیا علماء دیوبند کے نظریات المہند میں مندرجہ عقائد سے مختلف تھے؟

سوال نمبر ۷۹: اگر اکابر علماء دیوبند کے نظریات یہ نہ تھے جو اس کتاب میں موجود ہیں تو اس کتاب پر دستخط فرمائیں؟

سوال نمبر ۸۰: کیا اکابر علماء دیوبند کو وہی مجبوری اور کمزوری تو درپیش نہیں آئی جو اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بڑوں کو قاری محمد طیب صاحب کے فیصلے پر دستخط کرتے وقت پیش آئی تھی؟

سوال نمبر ۸۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ہمیشہ سے ایسا ہوتا رہا کہ دیوبند اور حنفیت کے دامن پر جب بھی انگریز کاسہ لیس غیر مقلدین نے کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی، تو خصوصاً سرحد میں تو یہ معاملہ رہا ہے کہ خود تو یہ نام نہاد دیوبندی اور خود کو حنفی کہلانے والے دم سادھے۔ خاموش بیٹھے رہے۔ جب کہ یہ علماء اشاعت ہی تھے جو نہ صرف تحریر بلکہ مناظرہ کے ہر اس میدان میں سینہ تان کر پہنچے، جہاں دیوبندیت اور حنفیت کو للکارا گیا تھا۔ انہوں نے غیر مقلدین کو مناظروں کے میدان میں پے در پے شکستوں سے دوچار کیا۔

نہ اتنا بڑھا پاکی داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

مولانا محمد ایاز صاحب اپنی جماعت کی خودستائی میں اتنا غلو کیوں کر رہے ہو؟ آپ کو اس سے کیا فائدہ

حاصل ہوگا۔ کیا عوام الناس پر یہ ظاہر کر رہے ہو کہ ہم دین کے بہت بڑے چمپئن ہیں۔ تمہاری یہ خودنمائی ریاکاری کی حدود میں تو داخل نہ ہو جائے گی۔ اگر تم اللہ کے لئے کچھ کر رہے ہو، کیا اللہ اس کو نہیں جانتا۔ کیا اللہ تعالیٰ کو بھی بتانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تم نے کوئی کام کیا ہے تو عوام اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اپنی شیخی دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بقول شیخ سعدی مشک آں باشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید!

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ لوگوں کی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں قرآن اور توحید کے نام پر اس بات پر صرف ہو رہی ہیں کہ نبی ﷺ قبروں میں زندہ نہیں ہیں اور قریب سے درود وسلام نہیں سنتے۔ یہ ہے آپ کی جماعت کی محنت کا ثمرہ اور تگ ودو کا نتیجہ اور بس اللہ اللہ خیر صلا۔

باقی رہا آپ کا یہ دعویٰ کہ ہم غیر مقلدین کا مقابلہ کر رہے ہیں تو یہ بھی ایک بے بنیاد بات ہے۔ غیر مقلدین کا مقابلہ تو بڑی بات ہے۔ آپ نے تو اپنی عوام کے لئے غیر مقلدیت کی راہ ہموار کی ہے اور لوگوں کو سلف بیزاری کا سبق پڑھایا ہے۔ سب سے پہلے آپ لوگوں نے علمائے اہل سنت حنفیہ کے چار اصول (کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اجماع امت اور قیاس صحیح) میں سے دو کو باقی رکھا اور دو کو لوگوں کے ذہنوں سے اڑا دیا۔ تم نے بار بار بانکرار عوام الناس کے اذہان میں یہ بات ڈالی ہے کہ ہر مسئلہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہونا چاہئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کی نظروں میں اجماع امت اور قیاس صحیح کی وقعت وعظمت گرتی چلی گئی اور پھر تم لوگوں نے قرآن وحدیث میں اسلاف کی تعبیرات کو بالائے طاق رکھ کر ایسی من مانی کی اور دوسروں کو سکھائی کہ ہر آدمی مفتی بنا نظر آتا ہے اور ہر سچے مسئلہ کے مقابلہ میں وہ فوراً کہہ دیتا ہے کہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

محترم مولانا صاحب! آپ کے عوام وخواص آپ کے علماء وطلباء اتنے آزاد ہو چکے ہیں کہ ہر بے راہ روی کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں۔ کتنے اشاعتی ہیں، جنہوں نے غیر مقلدیت قبول کر لی ہے اور کتنے توحیدی ہیں، جنہوں نے کراچی کے کیپٹن مسعود الدین عثمانی کو اپنا امام بنا رکھا ہے۔ آپ کی بہت سی عوام جماعت المسلمین میں داخل ہو چکی ہے۔ نامعلوم اشاعت کے کتنے افراد ہیں، جنہوں نے احادیث صحیحہ کو رد کرنے کا مشن اپنا رکھا ہے۔ بعض اشاعتی وہ بھی ہیں جنہوں نے حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور مہدی اور فتنہ دجال کا انکار کر رکھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

حقیقت یہ ہے کہ اہل اشاعت نے قوم کو پلیٹ فارم نہیں دیا بلکہ ایک ایسے دھارے پر کھڑا کیا جہاں سے آدمی کسی بھی ضلالت میں گر کر ہلاک ہو سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ لوگ غیر مقلدیت کے خلاف مناظر نہیں ہیں بلکہ ان کے لئے دہلیز اور راستہ ہیں۔ اگر تم لوگ غیر مقلدین کا مقابلہ کر سکتے تو تمہارے امام علامہ عنایت اللہ گجراتی غیر مقلدیت کی سرکوبی کے لئے اپنی مسجد میں علامہ مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مشکل کشائی کے لئے ہرگز نہ بلاتے۔ اگر آپ عبدالسلام سرحدی اشاعتی کو دیکھ لیتے جنہوں نے اشاعت چھوڑ کر غیر مقلدیت اختیار کر لی ہے تو قطعاً یہ جھوٹا دعویٰ نہ کرتے۔

سوال نمبر ۸۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ بہرحال حیات برزخیہ کی کیفیت کے مسئلے نے درجنوں گمنام مولویوں کو نامور بنا دیا اور جنہیں اپنے گھر کے افراد کے سواء کوئی جانتا تک نہ تھا۔ وہ محقق العصر فقیہ العصر ترجمان دیوبند قائد اہل سنت اور امام سنت بن گئے۔

مولوی صاحب! اگر ہم آپ کی اس ناروا جارحیت پر ''المرء یقیس علی نفسہ'' کی مثال پیش کریں تو محسوس تو نہیں فرمائیں گے؟

سوال نمبر ۸۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء بالخصوص امیر اشاعت جناب مولوی قاضی نور محمد، مولوی قاضی شمس الدین، مولوی غلام اللہ خان، مولوی محمد طاہر اور مولوی سید عنایت اللہ بخاری نے ان اپنوں کو بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ اکابر پر رحم کرو اور ان کے ذمے غیر قرآنی عقائد مت لگاؤ۔ اکابر کی ایسی عبارتیں موجود ہیں، جن سے ان کا مسلک قرآنی ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سے غیر قرآنی عقائد ہیں، جن کو اصاغر نے اپنے اکابر کے ذمے لگایا۔ ذرا ان کی فہرست پیش فرما دیں۔''

سوال نمبر ۸۴: نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ غیر قرآنی عقائد خود اکابر نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں یا انہوں نے تو نہیں لکھے لیکن اصاغر نے ان کے ذمے لگا دیئے؟

سوال نمبر ۸۵: اگر اکابر نے اپنی کتابوں میں خود لکھے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا غیر قرآنی عقائد لکھنے والے اکابر بن سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۸۶: یہ عقائد اگر اکابر نے لکھے ہیں تو آپ نے اصاغر پر الزام کیوں لگایا کہ انہوں نے غیر قرآنی عقائد اکابر کے ذمے لگائیے؟

سوال نمبر ۸۷: آپ کی مذکورہ بالا عبارت سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایسی عبارات خود اکابر کی کتابوں میں موجود ہیں جو غیر قرآنی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اصاغر پر کیوں الزام لگایا کہ انہوں نے اکابر کے ذمہ غیر قرآنی عقائد لگا دیئے۔

سوال نمبر ۸۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ حنفیت اور دیوبندیت کے نام پر تمام عمر کھانا اور ان ناموں کو اپنے مفاد کی خاطر کیش کرانے کی نااہلوں کو لت جو پڑ چکی تھی۔ محترم مولوی صاحب! اگر آپ کے اس الزام کے جواب میں المرء یقیس علی نفسہ پڑھا جائے تو بے جا تو نہ ہوگا؟

سوال نمبر ۸۹: مولوی صاحب آپ نے نام لئے بغیر امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے بارے میں لکھا: ''یہ مانتے ہیں کہ جنہوں نے کم از کم تحریر کے میدان میں تو بریلویوں کو ناکوں چنے چبوائے تھے، لیکن پھر اس معاملہ میں یہ ''نقضت غزلھا'' کا مصداق بننا پڑا۔'' (ایضاً ص ۱۹)

اور ان کا قصور آپ نے یہ بتایا کہ انہوں نے حیات الانبیاء اور سماع موتی کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کی پوری جماعت نے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے تاریخ ساز فیصلے کو تسلیم کیا اور سرکردہ لوگوں نے پوری جماعت کی طرف سے دستخط فرمائیں۔ پھر خود ہی اس فیصلہ سے انحراف کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ بھی قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا ''نقضت غزلھا'' کا مصداق ٹھہریں گے یا نہ اگر نہیں تو پھر بتائیں کیسے؟

سوال نمبر ۹۰: آپ نے اپنے رسالہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب کی بہت بڑی تعریف کی اور ان کے فہم قرآن کو خوب سراہا اور عقیدہ توحید کی پختگی کو بھی خوب بیان کیا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں بلغۃ الحیران ''تفسیر بے نظیر'' تحریرات حدیث، تحفہ ابراہیمیہ وغیرہ کتب میں عقیدہ حیات وسماع کو اعادہ روح فی القبر الی المیت، قبر میں روح اور جسد دونوں کی جزاوسزا قبر کے پاس بیٹھ کر میت سے باتیں کرنا اور مسئلہ توسل کو بھی تسلیم کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب پر مذکورہ بالا آیت چسپاں کی جائے گی یا نہ اگر نہ تو کیوں؟

سوال نمبر ۹۱: ایک طرف تو آپ حیات الانبیاء علیہم السلام کے عقیدہ کو جزوی اختلاف اور غیر ضروری عقیدہ قرار دیتے ہو اور دوسری طرف قائلین پر ایسی آیات چسپاں کر رہے ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ دورنگی چال کیوں؟

سوال نمبر ۹۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء حقیقی معنوں میں دیوبندی تھے اور اکابرین دیوبند پر کوئی آنچ نہ آنا دینے چاہتے تھے۔ وہ اس جگ ہنسائی پر سخت کبیدہ خاطر تھے کہ ان کے اکابرین کے متھے غیر قرآنی عقائد منڈھے جائیں اور پھر یہ نیک کام اکابرین کے پیروکار کریں۔ اس لئے انہوں نے اصاغرین کو بار بار سمجھایا کہ اکابرین کے ہاں یہ مسائل صرف علمی درجہ پر تھے۔ عقیدے کے درجے پر نہ تھے۔ (ایضاً ص ۱۹)

اب سوال یہ ہے کہ آپ نے تسلیم کرلیا کہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور استشفاع اور توسل وغیرہ علماء دیوبند کے ہاں عقائد کے درجہ میں نہ تھے بلکہ علمی درجہ میں تھے۔ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ بار بار اکابر علماء دیوبند کے نقش قدم پر چلنے کے بانگ دہل دعوے کررہے ہیں۔ لہٰذا جن مسائل کو اکابر نے علمی درجے میں تسلیم کرلیا ہے، آپ بھی انہیں علمی درجے میں تسلیم کرلیں۔ اگر آپ تسلیم نہیں کرتے تو کیوں؟ کیا آپ پیروی کے دعویٰ میں مخلص نہیں ہیں؟

سوال نمبر ۹۳: سوال یہ ہے کہ اکابر کے علمی مسئلے اور تھے اور اعتقادی مسئلے اور تھے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو اس کو دلائل سے ثابت فرمائیں؟

سوال نمبر ۹۴: آپ نے لکھا ہے کہ اشاعت التوحید والسنۃ والے اس جگ ہنسائی سے سخت کبیدہ خاطر تھے کہ علماء دیوبند کے متھے غیر قرآنی عقاید منڈھے جائیں۔ آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ کو یہ جگ ہنسائی تو نظر آئی، لیکن اکابر دیوبند کی کتابوں میں عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور عقیدہ سماع الانبیاء علیہم السلام جو بکثرت پایا جاتا ہے اور آپ دن رات اسی عقیدہ کے خلاف زہر اگل رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قبر میں زندہ نہیں، سنتے نہیں اور آپ کی یہ آواز اندرون ملک اور بیرون ملک اپنوں اور غیروں کے کانوں میں گردش کررہی ہے تو جو جگ ہنسائی آپ کے اس پروپیگنڈے سے ہورہی ہے وہ آپ کو نظر کیوں نہ آئی؟

سوال نمبر ۹۵: آپ نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ جزی عقیدہ ہے اور عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ عقیدہ قرآنی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی جزئی اور غیر ضروری عقائد کو بھی غیر قرآنی کہنا درست ہے؟

سوال نمبر ۹۶: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ یوں تو کئی جماعتیں مذہب اور اسلام کے نام پر وجود میں آئیں۔ پھر یا تو مٹتی چلی گئیں یا پھر اپنے بنیادی پروگرام ومنشور سے ہی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مصلحتوں کے نام پر انحراف کربیٹھیں۔ مگر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ اپنے بنیادی پروگرام اور مشن پر آج تک عمل پیرا ہے۔ (ایضاً ص ۲۰)

اور آپ اپنے اسی رسالہ ص ۱۱۶ اپنی جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے بارے میں لکھ چکے ہیں۔ ”جماعت دیوبند ان کی کمزوری تھی اور وہ اس معاملے میں بہت زیادہ حساس تھے اور اس کے لئے وہ ہر قربانی دینے کو تیار رہتے تھے۔ اسی لئے وہ جماعتی اتحاد کی خاطر کمزور اور نرم بھی پڑجاتے تھے، جس کی بہترین مثال حضرت قاری محمد طیب صاحب دارالعلوم دیوبند کے ساتھ علماء اشاعت کا مصلحت کا تقاضہ سمجھتے ہوئے اپنے اصولی موقف پر بادل نخواستہ معاہدہ پر دستخط کرنا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اسی ایک رسالہ میں آپ نے دو متضاد باتیں کہہ دیں۔ ایک جگہ فرمایا کہ ہماری جماعت مصلحت کا شکار نہیں ہوتی اور دوسری جگہ فرمایا ہماری جماعت مصلحت کا شکار ہوجاتی ہے۔ ازراہ دیانت بتائیں کون سی بات سچی اور کون سی جھوٹی ہے؟“

سوال نمبر ۹۷: اپنے اسی رسالہ میں کبھی کہتے ہو کہ حیات الانبیاء کا عقیدہ جزوی اور غیر ضروری ہے اور کبھی اس کو اصولی قرار دیتے ہو۔ وضاحت فرمادو کہ یہ مسئلہ واقعی جزوی اور غیر ضروری ہے یا اصولی ہے۔ ایک بات سچی ہوگی۔ لازماً دوسری جھوٹی۔ لہٰذا وضاحت فرمادو سچ کتنا ہے اور جھوٹ کتنا ہے۔

سوال نمبر ۹۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ علامہ مفتی محمد حسین نیلوی کی شفاء الصدور کے بعد ان کی لاجواب تصنیف ندائے حق جس نے بڑے بڑوں کی بولتیاں بند کردیں۔(ایضاً ص۲۰) نامعلوم آپ نے اتنی بڑی غلط بیانی کیسے کردی کہ نیلوی نے بڑے بڑوں کی بولتیاں بند کردیں۔حالانکہ میں جماعت علماء دیوبند کا ایک ادنیٰ ہیچمدان کارکن ہوں۔ بندہ نے حضرت نیلوی صاحب کی خدمت میں ۱۰سوال بھیجے تھے۔میرے سوالات موصول ہونے کے بعد موصوف کئی سال زندہ رہے۔لیکن جواب نہ دے سکے۔بالآخر میرے سوالات کا قرضہ قبر میں لے گئے جو ابھی تک ان کی گردن پر باقی ہے۔نہ معلوم آپ لوگوں نے کیسے ان کی نماز جنازہ ادا کردی۔حالانکہ نبی اکرم ﷺ مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے تو گزارش ہے کہ جو ایک طالب علم کے سوالات کا جواب نہیں دے سکا،اس نے بڑے بڑوں کی بولتیاں کیسے بند کی ہوں گی۔

سوال نمبر ۹۹: آپ نے نیلوی صاحب کی کتاب ندائے حق کو لاجواب قرار دیا۔حالانکہ امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب سواتی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب تسکین الصدور کے بعد والے ایڈیشنوں میں دے دیا ہے تو اب اسے لاجواب کہنے کا کیا مطلب۔ہاں!اگر آپ کو ندائے حق کی کسی دلیل کا جواب نظر نہیں آتا تو وہ میری طرف بھیج دیں۔بندہ عاجز ہر وقت اور بر وقت آپ کی خدمت کے لئے موجود ہے۔ان شاء اللہ!رہی سہی کسر نکال دی جائے گی۔

سوال نمبر ۱۰۰: آپ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ''اور اس کے لئے خطرناک طریقہ سماع موتی اور حیات النبی ﷺ کے بارے میں قرآن وسنت سے ہٹ کر عقیدہ رکھنے کا راستہ ہے۔جب تک لوگ یہ نہ جان پائیں گے کہ قرآن کی آیات احادیث وآثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان دونوں مسائل کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور علم احناف ومکتب دیوبند کے اکابرین کے مجموعی تأثر اور ظاہر الروایات کیا کہتے ہیں۔دیوبندیت کے یہ ٹھیکہ دار یونہی کسی قافلے کے محافظ کے خود ہی راہزن بن جانے کا کردار کرتے رہیں گے۔'' (ایضاً ص۲۱)

آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایک واضح موقف اختیار فرمائیں۔کیونکہ آپ کی بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ معمولی اور غیر اہم ہے اور بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہم اور غیر معمولی ہے۔لہٰذا دورنگی چھوڑ کر ایک رنگ پر آجائیں۔

سوال نمبر ۱۰۱: آپ نے اپنے رسالہ میں مولانا محمد طیب صاحب طاہری پنج پیری کے بارے میں لکھا ہے:''مسلک الاکابر ترتیب دی تاکہ اپنی طرف سے اس موضوع کو ضبط تحریر میں لاکر پھر خصوصاً دیوبندیت کے حوالے سے حقائق کو سامنے لایا جائے جس کا نام انہوں نے سو فیصد درست تجویز کیا ہے۔مسلک الاکابر جو درحقیقت قرآن وسنت کا مسلک ہے۔علماء احناف ودیوبند کا مسلک ہے۔آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ نے یہ فیصلہ جلد بازی میں کیوں کیا۔آپ کو چاہئے تھا کہ اوّلاً مسلک الاکابر کا غور سے مطالعہ فرماتے بعدہ اکابر علماء دیوبند کی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کرتے۔پھر فیصلہ دیتے کہ مسلک الاکابر میں واقعی مسلک اکابر کی ترجمانی کی گئی ہے یا نہ مثال کے طور پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات خواہ عربی ہوں یا اردو ان سب میں انہوں نے عقیدہ حیات وسماع کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔خصوصاً فضائل درود شریف،فضائل حج اور فضائل نماز میں حضرت شیخ سے مالا مزید علیہ کے طور پر لکھا ہے۔لیکن ظلم دیکھئے اپنے امیر کا کہ انہوں نے مولانا محمد زکریا صاحب کو بھی معاف نہیں کیا۔ان کی عبارات میں قطع برید کی اور تاویل القول بمالا یرضیٰ بہ القائل'' کا ارتکاب کرکے ان کو

منکرین حیات انبیاء علیہم السلام کی صف میں کھڑا کرنے کی ناپاک جسارت کی اور یہی حال دیگر اکابر کے ساتھ کیا گیا۔ لہٰذا پہلے مطالعہ فرمائیں۔ پھر انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ مسلک الاکابر سو فیصد صحیح ہے یا سو فیصد غلط ہے؟

سوال نمبر ۱۰۲: آپ نے ہمارے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا کہ: ''انہوں نے خصوصاً ان دو فروعی مسائل سماع موتی اور حیات النبی ﷺ کو اچھالنے کی ٹھانی۔ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اختلاف نے ماشاء اللہ سے بڑے بڑے محقق اور مدقق پیدا کر دیئے اور جب سے علماء اشاعت نے اس سادہ اور فروعی مسئلے کو قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی مختلف مگر لاجواب تحریررات کے ذریعے گاہے بگاہے واضح کیا۔'' (ایضاً ص ۲۲) آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ نے اس عبارت میں عقیدہ حیات وسماع کو فروعی اور سادہ کہا ہے۔ بتائیں آپ کے نزدیک حقیقتاً یہ مسئلہ فروعی اور سادہ ہے یا آپ نے مصلحتاً اس کو فروعی اور سادہ کہہ دیا؟

سوال نمبر ۱۰۳: اگر واقعی آپ کے نزدیک یہ مسئلہ فروعی ہے تو اس موضوع پر بیسوں کتابیں لکھ کر ان کے اوراق کالے کیوں کئے ہیں؟

سوال نمبر ۱۰۴: اگر واقعی آپ کے نزدیک یہ مسئلہ فروعی ہے تو اس مسئلہ کو آپ نے شرک کا چور دروازہ کیوں قرار دیا؟

سوال نمبر ۱۰۵: اگر واقعی آپ کے نزدیک یہ فروعی مسئلہ ہے تو آپ کی توحید کو اس فروعی مسئلے سے کیوں خطرہ لاحق ہو جاتا ہے؟

سوال نمبر ۱۰۶: اگر کوئی شخص تمہارے اس فروعی مسئلے کو اس صورت تک نہیں مانتا جو تم نے تجویز کیا ہے۔ بلکہ اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی بتائی ہوئی صورت کے مطابق تسلیم کرتا ہے تو پھر تم اس پر شرک، بدعت، حماقت اور جہالت وغیرہ کے فتوے کیوں صادر کرتے ہو۔ کیا یہی تمہارا انصاف ہے۔ کیا ایک فروعی مسئلے کا اتنا اونچا مقام ہے۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دو؟

سوال نمبر ۱۰۷: آپ نے اپنے رسالہ میں بندہ عاجز کے متعلق لکھا ہے کہ شوق مشہوری میں بندہ کیا کیا کرتا رہتا ہے۔ (ایضاً ص ۲۲) اس عبارت کے متصل بعد لکھا ہے: ''لیکن چونکہ مولانا قاری صاحب دین کے عالم ہیں۔ اس لئے چلیں پھر بھی ہمارا ظرف اور حسن ظن تو یہی ہے کہ شاید انہوں نے اخلاص کے ساتھ کیا ہو اور ان کا مقصد اصلاح احوال ہی ہو۔'' محترم مولانا صاحب! ایک ہی صفحہ پر اور ایک ہی عبارت میں دو متضاد باتیں کیسے بیان فرما دیں۔ اولاً مشہوری یعنی ریاکاری کا طعنہ بھی دے دیا۔ پھر متصل بعد اخلاص اور حسن ظن کا دعویٰ بھی کر دیا۔ اب وضاحت فرمائیں کہ سچی بات کون سی ہے اور جھوٹی کون سی؟

سوال نمبر ۱۰۸: بندہ عاجز ہیچمدان لاعلم ایک طالب علم ہے۔ البتہ اکابر علماء دیوبند کے مسلک کی ترجمانی کو آخرت کی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ لیکن آپ نے اس عبارت میں مجھ ناتواں کو عالم دین کے لقب سے نواز دیا اور یہی کچھ ص ۲۹ پر بھی لکھا اور پھر بندہ عاجز کو مخاطب کر کے یہ بھی لکھا: ''واہ مولوی تونسوی صاحب واہ ویسے خود ہمیں آپ کی احمقانہ حیرت پر خاص حیرت ہے۔'' (ایضاً ص ۲۳)

اب سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک عالم دین وہی ہوتے ہیں جو احمقانہ باتیں کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۰۹: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''مولوی تونسوی نے جو بڑ ہانکی ہیں۔'' (ایضاً ص ۲۷) اب سوال یہ ہے کہ آپ کے ہاں جو عالم دین ہوتے ہیں وہ بڑیں ہانکا کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا لیکن اگر ایسا ہے بھی تو اصلاح احوال کی یہ کوشش اگر براہ راست جناب شیخ القراء مولانا محمد طیب طاہری سے مل کر یا ان سے خط و کتابت کر کے کی جاتی تو زیادہ مستحسن ہوتی۔ مگر اشتہاری انداز کی یہ مناظرانہ مگر سطحی کوشش تو اصلاح احوال کی بجائے طلب جاہ کی چغلی کھاتی زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ (ایضاً ص ۲۳) محترم مولانا صاحب غصہ تھوک دیجئے اور بدگمانی سے بچیے بندہ عاجز نے اوّلاً یہی کچھ کیا جسے آپ مستحسن قرار دے رہے ہیں۔ اپنے سوالات کو اشاعت سے پہلے حضرت شیخ القرآن کی خدمت میں بھیجے اور ان سے جواب طلب کیا۔ جب جواب نہ ملا تو وہاں صوابی کے دوستوں نے ان سوالات کو شائع بھی کر دیا۔ اب بتائیں کہ اس میں کیا قصور ہے۔ میں نے تو بقول شما ایک مستحسن قدم اٹھایا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے بندہ عاجز کے سوالات کی پوری روئیداد ہی نہیں پوچھی اور خواہ مخواہ غصے میں آ گئے۔ اگر اپنے شیخ سے صحیح صورتحال معلوم کر لیتے تو یہ شرمندگی نہ اٹھانا پڑتی۔ الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

سوال نمبر ۱۱۱: آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ نے زیادہ مستحسن قدم کیوں نہیں اٹھایا۔ آپ کو چاہئے تھا کہ اپنے ۱۳۵ سوال بذریعہ ڈاک میری طرف ارسال کرتے۔ اگر بندہ عاجز جواب نہ دیتا تو پھر اشتہاری کوشش کرتے۔ مجھے تو سبق دیا ہے۔ لیکن آپ نے اپنے سبق پر عمل نہیں کیا۔ ''لم تقولون مالا تفعلون''

سوال نمبر ۱۱۲: اگر آپ نے یہاں مستحسن اقدام کو ترک کر دیا تھا تو کم از کم اس رسالہ کو اشتہاری بنانے کے بعد بذریعہ ڈاک میری طرف بھیج دیتے تو یہ بھی آپ کی طرف سے مستحسن اقدام ہوتا۔ لیکن آپ نے میری طرف ایک رسالہ بھی نہ بھیجا اور یوں یہ دوسرا مستحسن اقدام بھی آپ سے نہ ہو سکا۔ آخر کیوں؟

سوال نمبر ۱۱۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ بہرحال مولانا موصوف کا مقصد جو بھی ہو، ہماری تمام اصاغر دیوبند سے درخواست ہے کہ خدارا اپنے بزرگوں پر رحم کرو اور ان کے بارے میں دوغلے پن کا تاثر پیدا نہ کرو۔ چونکہ ان مسائل کے بارے میں جملہ اکابرین کی ایک سے زیادہ آراء ہیں۔ اس لئے انہیں عقیدہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ عقیدہ تو ٹھوس مستقل اٹل اور غیر متبدل ہوتا ہے اور اس کے پیچھے قرآن اور صرف قرآن کی نص ہوا کرتی ہے یا پھر حدیث متواتر۔ (ایضاً ص ۲۳)

محترم مولانا صاحب آپ کی خدمت میں گزارش ہے آپ کے امیر حضرت مولانا محمد طیب صاحب طاہری پنج پیری نے درجن بھر اکابر دیوبند کی طرف غلط عقیدے منسوب کئے ہیں۔ ان اکابر کی کتابوں میں کچھ اور لکھا ہے اور امیر نے اپنی کتاب مسلک الاکابر میں اس کے برعکس لکھا ہے۔ رحم کی اپیل اپنے امیر سے کرو۔ ہم سے رحم کی اپیل کرنے کا کیا مطلب۔ اپنے امیر سے رحم کی اپیل کیوں نہیں کرتے۔ انہیں کہو کہ وہ اکابر پر رحم کریں۔ غیر شرعی عقائد ان کے سر نہ تھوپیں؟

سوال نمبر ۱۱۴: آپ نے لکھا کہ مسائل کے بارے میں جملہ اکابرین کی ایک سے زیادہ آراء ہیں۔ آپ نے یہ ایک ایسی بات کہی ہے جس کا آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر آپ کے اس دعویٰ کو جھوٹ اور غلط بیانی سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اگر آپ میں ہمت ہے تو اس دعویٰ کو ثابت کر دکھائیں حقیقت یہ ہے کہ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور عقیدہ عذاب قبر پر اس طرح روح اور جسد دونوں کی جزا و سزا پر ہمارے تمام اکابر دیوبند متفق ہیں کہ اسی ارضی قبر میں اوّلاً اعادہ روح ہوتا ہے اور پھر جزا و سزا کے لئے تعلق رہتا ہے اور اس پر بھی تمام اکابر متفق ہیں کہ ان دونوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ان عقائد میں اکابر کی قطعاً دو رائیں نہیں ہیں۔ ہاں! آپ تعبیرات کے اختلاف کو آڑ نہ بنائیں۔ بہرحال نفس اعادہ اور نفس تعلق روح اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے۔ اگر آپ میں ہمت اور جرأت ہے تو اکابر دیوبند کی کتابوں سے ثابت کریں۔ کون کون سے بزرگ اعادہ یا تعلق کے منکر گزرے ہیں؟

سوال نمبر ۱۱۵: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ اکابر کے بارے میں ''دوغلے پن کا تاثر پیدا نہ کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک شخص مختلف فیہا مسائل میں یہ کہتے ہیں کہ اکابر کی ان میں کئی آراء ہیں۔ وہ دوغلہ پن کا شکار ہے یا وہ شخص جو کہتا ہے کہ جملہ اکابر اعادہ روح اور تعلق روح پر متفق ہیں۔ وہ دوغلہ پن کا شکار ہے۔ لہٰذا واضح فرمائیں دوغلہ پالیسی کا ملزم کون ہے؟''

سوال نمبر ۱۱۶: آپ نے لکھا ہے کہ عقیدہ تو وہ ہوتا ہے جو ٹھوس اور اٹل اور غیر متبدل ہوتا ہے اور اس کے پیچھے قرآن یا صرف قرآن کی نص ہوا کرتی ہے یا پھر حدیث متواتر۔ محترم مولانا عقیدہ اعادہ روح اور قبر کی جزا و سزا بہ تعلق روح مستقل، اٹل، ٹھوس اور غیر متبدل عقیدہ ہے اور اس کے پیچھے قرآن بھی ہے اور حدیث متواتر بھی ہے۔ اب فرمائیں کہ آپ اس عقیدہ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔ باقی رہیں نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترہ تو وہ قبر کی زندگی میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۱۱۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ جب مولانا تونسوی جیسے لوگ اپنی تائید میں اس مسئلے میں کبھی اکابرین علماء دیوبند میں سے کسی کا حوالہ یا رائے پیش کرتے ہیں تو دیکھنا چاہئے کہ آیا یہ رائے اور عقیدہ تمام علماء دیوبند کی متفقہ رائے ہے یا محض تفرد اور اگر کسی اکابر کا تفرد ہے ان کے ہاں دیوبندیت کے لئے معیار ہے۔ (ایضاً ص ۲۳) الحمدللہ! مولانا ایاز نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ تونسوی جیسے لوگ جن بعض اکابر سے اپنے عقیدہ کی تائید میں عبارتیں پیش کرتے ہیں، وہ جملہ اکابرین کی رائے نہیں ہے۔ بہر حال یہ تو تسلیم کرلیا کہ تونسوی جیسوں کا عقیدہ بعض اکابر کی عبارت سے ثابت ہے۔ اگرچہ آگے انہوں نے اس عقیدہ کی حقیقت کو کم کرنے کے لئے غلط بیانی سے کام لیا کہ یہ جملہ اکابر کی رائے نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جملہ اکابر علماء دیوبند اعادہ روح فی القبر اور قبر کی جزا و سزا بہ تعلق روح جملہ اکابر دیوبند کی رائے ہے۔ کوئی دیوبندی عالم اس عقیدہ کا منکر نہیں ہے۔ ہم مولانا ایاز سے پوچھنا چاہتے ہیں اور وہ بتائیں کہ علماء دیوبند میں سے کس نے اعادہ روح کا انکار کیا۔ مہربانی فرما کر دیانت داری کے ساتھ اکابر کی ایسی عبارات پیش فرمائیں جس میں آپ کے دعویٰ کی تصدیق ہوجائے؟

سوال نمبر ۱۱۸: مولانا ایاز صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ جو علماء دیوبند عقیدہ حیات قبر اور عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کی صحیح صورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ان کا تفرد ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں۔ مولانا ایاز ہمیں بتائیں کہ کس دیوبندی عالم نے ان عقائد کو بعض علماء کا تفرد قرار دیا ہے؟

سوال نمبر ۱۱۹: مولانا ایاز صاحب نے یہ تو تسلیم کرلیا ہے کہ اصاغر دیوبند کا عقیدہ اکابر علماء دیوبند کی عبارات سے ثابت ہے۔ لیکن بندہ عاجز مولانا سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا مخصوص عقیدہ کسی ایک دیوبندی عالم سے ثابت کردیں چاہے وہ اس کا تفرد ہی کیوں نہ ہو۔

سوال نمبر ۱۲۰: مولانا ایاز صاحب اور اس کی جماعت اشاعت التوحید والسنۃ اصاغر دیوبند کے عقیدہ پر شدید جارحیت کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ شرک و بدعت کے فتوے بھی صادر کرتی ہے اور ادھر مولانا ایاز صاحب تسلیم کر چکے ہیں۔ اکابر علماء دیوبند کی عبارات ایسی بھی ہیں، جن سے اصاغر کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ اب جو یہ حضرات اصاغر کے عقیدہ پر چڑھائی کرتے ہیں۔ یہ چڑھائی اور فتویٰ بازی ان اکابر پر بھی تو ہوگی جو ان اصاغر کے ہم عقیدہ گزرے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مولانا ایاز صاحب کی جماعت ان اکابر کو اپنے فتووں سے کیسے بچائے گی؟

سوال نمبر ۱۲۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''مولوی موصوف چونکہ عالم دین ہیں اور انہوں نے کتابوں میں پڑھ رکھا ہوگا کہ متبع سنت بزرگوں کی خلاف قرآنی عبارتوں کی ایسی تاویل کی جاتی ہے، جس سے وہ عبارات قرآن کے تابع ہوجائیں۔'' (ص ۲۳)

سوال یہ ہے کہ کیا متبع سنت بزرگ بھی قرآن کے خلاف باتیں کہتے یا لکھتے ہیں۔ چند ایک مثالیں پیش فرمائیں ہو متبع سنت بزرگ اور باتیں قرآن کے خلاف کرے۔ ہاں! ایک بزرگ جو عالم دنیا سے منتقل ہوکر عالم قبر وبرزخ میں جا پہنچا اور پیچھے ان کی کتابوں میں کوئی ایسی عبارت موجود ہے، جس کے کئی احتمال ہو سکتے ہیں تو ہم اس عبارت کا وہی مطلب مراد لیں گے جو عقائد اہل سنت کے موافق ہوگا نہ کہ وہ مطلب جو اہل سنت کے مخالف ہوگا؟

سوال نمبر ۱۲۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''مؤلف ۱۰۴سوالات نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے شیخ التفسیر والحدیث علامہ مفتی محمد حسین شاہ نیلوی پر چند سوالات واعتراضات کئے جن کے انہوں نے جوابات نہیں دیئے اور خاموش ہورہے۔ اس بارے میں اوّل تو عرض یہ ہے کہ اہل علم کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ اس قسم کی اشتہاری کوششوں کا جواب نہیں دیا کرتے۔ جیسا کہ علامہ نیلوی نے کیا۔'' (ایضاً ص ۲۴)

گزارش ہے کہ بندہ عاجز نے نیلوی صاحب سے دس سوالات کئے تھے، جن کا جواب پوری زندگی نیلوی نہ دے سکے، نہ ہی اس کا کوئی شاگرد ان کا جواب دے سکا۔ میرے وہ سوالات ''قبر کی زندگی'' میں چھپ چکے ہیں۔ لیکن تادم تحریر جواب کہیں سے نہیں آیا۔ اب یہاں ایاز صاحب نیلوی صاحب کی طرف سے یہ عذر پیش کررہے ہیں کہ سوالات ہی ایسے تھے جن کے جوابات نہیں دیئے جاتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ''اہل علم کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ اس قسم کی اشتہاری کوششوں کا جواب نہیں دیا کرتے۔'' بندہ عاجز عرض گزار ہے کہ ہمیں بتایا جائے کس اہل علم کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ باطل سے دب کر خاموش ہو گئے ہوں۔ حالانکہ اکابر کی تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے ہر باطل کا جرأت اور شجاعت سے مقابلہ کیا ہے۔ جب تک انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل نہیں کیا۔ باطل کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ انہوں نے سوالات بھی کئے۔ جوابات بھی دیئے۔ جوابات کے جوابات بھی دیئے۔ الغرض باطل کی شکست فاش تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ لیکن افسوس کہ جناب ایاز نے اپنے نیلوی صاحب سے لاجواب ہونے کی خفت کو مٹانے کے لئے اہل علم پر بہتان باندھ لیا۔ کیا اپنے مسلک کے علماء کی صفائی میں اتنا غلو کرنا جائز ہے کہ اہل علم پر بہتان کھڑا کیا جائے؟

سوال نمبر ۱۲۳: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''اس مرتبہ ان کے شاگرد مولانا عبدالقدوس صاحب جو کہ اس وقت محض طالب علم تھے، نے تونسوی صاحب کے دس سوالات کے جواب لکھے جو خود تونسوی صاحب قبر کی زندگی نامی اپنی کتاب میں ص ۵۵۵ میں شائع کر چکے ہیں۔ استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین''

قارئین کرام! بندہ عاجز کی نیلوی صاحب سے سوال وجواب کی شکل میں خط وکتابت رہی۔ چنانچہ نیلوی شاہ صاحب تو لاجواب ہوکر خاموش ہو گئے تو میرے پاس ایک خط آیا لکھنے والے نے اپنے آپ کو نیلوی صاحب کا شاگرد بتایا اور عبدالقدوس نام ظاہر کیا۔ واللہ اعلم! یہ حقیقت تھی یا بناوٹ۔ بہرحال بندہ عاجز کی اس صاحب کے ساتھ بھی طویل گفتگو رہی۔ سوالات وجوابات چلتے رہے اور یہ ساری خط وکتابت بندہ عاجز نے قبر کی زندگی کے آخر میں من وعن شائع کر دی ہے۔ اس میں اپنی طرف سے نہ ترمیم کی ہے نہ اضافہ۔ بندہ عاجز اپنے تقریباً ہر خط میں عبدالقدوس نامی شخص سے یہ مطالبہ کرتا رہا کہ نیلوی صاحب میرے سوالوں کا جواب دیں۔ عبدالقدوس صاحب اپنے خطوط میں یہی جواب دیتے رہے کہ میرے شیخ حضرت نیلوی صاحب آپ کے سوالوں کا ضرور جواب دیں گے۔ بالآخر یہ سلسلہ گفتگو عبدالقدوس کے کہنے پر ختم ہوگیا۔ لیکن میرے سوالات کے جوابات نہ تو نیلوی نے دیئے

اور نہ ہی ان کے شاگرد عبدالقدوس نے دیئے۔ جب کہ بندہ عاجز نے نیلوی صاحب کے شاگردوں کو غیرت بھی دلائی لیکن کہیں سے جواب نہیں آیا۔ لیکن جب بندہ عاجز نے مولانا محمد ایاز صاحب کا یہ رسالہ پڑھا تو دنگ رہ گیا اور حیرت میں محو ہو گیا کہ جناب ایاز صاحب نے اتنا بڑا جھوٹ کیسے بول دیا کہ عبدالقدوس نے میرے سوالوں کا جواب دے دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ بندہ عاجز کی کتاب قبر کی زندگی تین دفعہ چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے اور اس میں یہ ساری گفتگو شائع ہو چکی ہے۔ مجھے دکھائیں قبر کی زندگی میں میرے سوالوں کے جواب کہاں لکھے ہیں؟

سوال نمبر ۱۲۴: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''رہا ان کے لایعنی تکرار کے سوالات کے ٹھوس جوابات کے بعد پھر بچگانہ بحث پر مبنی سوالات بلکہ منفی ذہنیت کے عکاسی اعتراضات وارد کر دینا تو شیخ نیلوی کے سامنے حقیقتاً ایسا ہی بات تھی جیسے کسی پی ایچ ڈی کو پرائمری پاس لڑکا ٹوک دے کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ سو جس طرح لاابالی بچے کی بچگانہ بات پر بڑے ہنس کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ بعینہٖ علامہ نیلوی نے کیا۔'' (ایضاً ص ۲۴)

محترم مولانا ایاز صاحب آپ نے بندہ عاجز کے نیلوی صاحب پر وارد ہونے والے دس سوالات کو لایعنی تکرار بچگانہ قرار دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ بیک وقت مدعی بھی ہیں۔ جج بھی اور صفائی کے وکیل بھی ہیں اور فیصلہ سنانے والے بھی۔ مولانا صاحب! یہ سارے حقوق آپ کو کس نے دیئے۔ آپ تو صرف مدعی ہیں۔ فیصلہ تو علماء دین نے کرنا ہے۔ جس کے سامنے یہ تحریری مناظرہ رکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ تحریری مناظرہ جو نیلوی اور اس کے شاگرد کے ساتھ ہوا تھا۔ ۱۹۹۷ء میں ہوا تھا جس کو تقریباً دس سال ہونے والے ہیں۔ لیکن آج تک مجھے کسی عالم دین نے نہیں کہا کہ آپ کے سوالات لایعنی تکرار اور بچگانہ ہیں۔ آپ پہلے شخص ہیں جو یہ بے بنیاد دعویٰ کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوالات معقول اور اتنے وزنی ہیں جن کا جواب دینا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس لئے فضول بہانے تلاش کر رہے ہو؟

سوال نمبر ۱۲۵: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ'' شاید انہیں علامہ نیلوی اور ان کے شاگرد عبدالقدوس کے جوابات کی صورت میں اصل گھی ہضم نہیں ہو رہا۔'' (ایضاً ص ۲۵)

محترم مولانا صاحب غلط بیانی نہ کیجئے۔ توحید سنت والوں کو جھوٹ بولنا زیب نہیں دیتا۔ بشرطیکہ توحید و سنت کا سچا مدعی ہو۔ نیلوی صاحب اور ان کے شاگرد عبدالقدوس کے جوابات کا اگر اصل گھی مجھے مل جاتا تو میں ضرور ہضم کر لیتا۔ اصل گھی تو بڑی بات ہے ان لوگوں نے تو مجھے بناسپتی گھی سے بھی محروم رکھا۔ آپ بندہ عاجز کی کتاب قبر کی زندگی دیکھیں اور بار بار دیکھیں وہاں میرے سوالات تو لکھے ہوئے ہیں لیکن جوابات کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ نہ انہوں نے جوابات دیئے ہیں نہ میں نے درج کئے ہیں اور اب نیلوی صاحب تو قبر و برزخ میں پہنچ چکے ہیں اور اہل قبور کے ساتھ آپ کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ کاش کہ مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو وہ قبر کے پاس بیٹھ کر صاحب قبر سے باتیں کر کے حالات معلوم کر لیتے۔ اس لئے اب نیلوی تک تو آپ کی رسائی ہو نہیں سکتی۔ لہٰذا اب صرف ایک ہی راستہ ہے کہ عبدالقدوس سے رابطہ رکھئے اور ان سے پوچھئے کہ تمہارے شیخ پر مولوی تونسوی نے جو سوالات عائد کئے تھے۔ کیا تو نے ان کے جوابات دیئے تھے یا نہ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے اگر تم لوگ توحید و سنت کے سچے مدعی ہوتے تو کم از کم اتنی خلاف واقعہ بات نہ کرتے؟

سوال نمبر ۱۲۶: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''تونسوی صاحب اپنی اور علامہ نیلوی کی علمی حیثیت کو ذہن میں رکھتے اور اپنے سوالات کے جوابات پانے کے بعد پھر بے بنیاد اور لایعنی سوالات کا فضول سلسلہ جاری نہ رکھتے تو کم از کم شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد حسین نیلوی کو اپنے مقابل لاجواب ہونے کا دعویٰ ہرگز نہ کرتے۔'' (ایضاً ص ۲۵) مولانا

محمد ایاز صاحب آپ سوء فہم کا شکار کیوں ہیں۔ بدگمانی چھوڑ دیں۔ بندہ عاجز آپ کے نیلوی کو شیخ الحدیث والتفسیر اور مفتی اور محقق العصر سمجھتا ہے اور بندہ عاجز ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا۔ میں تو ایک طالب علم ہوں بلکہ طالب علموں کا بھی خادم ہوں۔ ہیچمدان اور لاعلم ہوں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ نیلوی صاحب ان سب عہدوں کے باوجود لوگوں کو سلف بیزاری کا درس دیتے رہے اور غیر مقلدین کے لئے لا مذہبیت کی راہ ہموار کرتے رہے۔ اکابر اور اصاغر دیوبند پر کیچڑ اچھالی کرتے رہے اور اسی روش پر ان کا خاتمہ ہوا اور بندہ عاجز اپنی تمام تر خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود اکابر علماء دیوبند کے مسلک کی صحیح صحیح ترجمانی کا فریضہ ادا کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ اسی پر میرا خاتمہ بالخیر ہو جائے اور قیامت کے دن اکابر علماء اہل سنت دیوبند کے خدام کے ساتھ میرا حشر ہو جائے۔ آمین ثم آمین!

ایاز صاحب میں آپ کے شیخ نیلوی کی کسی وصف کا انکار نہیں کرتا اور نہ ہی ان کے مقابلے میں میری کوئی حیثیت ہے۔ لیکن خواہ مخواہ ناراض کیوں ہوتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۲۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''میں علمائے اشاعت کی جانب سے تونسوی صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو چیلنج کرتا ہوں کہ چاہیں تو تحریر کے میدان میں یا چاہیں تو ایک ہی بار براہ راست مناظرے کے میدان میں آ جائیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے تاکہ علمائے اشاعت کو لاجواب کرنے کے دعویٰ کی صورت میں چھوٹا منہ بڑی بات والی صورت حال سے بچ سکیں۔'' (ایضاً ص ۲۵)

اس عبارت میں آپ نے اشاعت کی طرف سے مناظرے کا چیلنج دیا ہے۔ جی بسم اللہ جس میدان میں چاہیں تشریف لائیں لیکن اوّلاً میرے سوالات کا جواب تو دیجئے شیخ نیلوی اور اس کے تمام شاگرد میرے دس سوالات کا جواب نہیں دے سکے۔ آپ کے امیر اور تمام ماموں میرے ۱۰۴ سوالات کا جواب نہیں دے سکے اور میری کتاب ''الحیات بعد الممات یعنی قبر کی زندگی'' کا جواب اب تک کسی نے نہیں لکھا۔ میری کتاب ''منکرین حیات قبر کی خوفناک چالیں'' اور عقیدہ حیات قبر اور علم وفہم میت کی حدیث اور اسلام کے نام پر ہوا پرستی وغیرہ کتب کا جواب ابھی تک کسی طرف سے نہیں آیا۔ لٰہذا مجھے اپنے ان سب سوالات اور کتابوں کا جواب درکار ہے۔ میربانی کر کے جواب عنایت فرمائیں۔

محترم مولوی صاحب عرصہ دراز سے بندہ عاجز کی آپ کی جماعت کے علماء سے جو تحریری گفتگو ہو رہی ہے۔ کیا وہ مناظرہ نہیں ہے۔ آپ مناظرہ کسے کہتے ہیں۔ اب بتائیں کہ چھوٹا منہ اور بڑی بات کا مصداق کون ہے؟

سوال نمبر ۱۲۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''سو مؤلف ۱۰۴ سوالات کے علامہ نیلوی کو لکھے گئے اکثر بیشتر سوالات چونکہ دوسرے ان نام نہاد دیوبندیوں کی مانند عموماً سطحی اور تکرار پر مبنی تھے۔ اس لئے علامہ نیلوی نے اسی لایعنی بحث کو وقت کا ضیاع سمجھا اور خاموش ہو رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مؤلف نے اس خاموشی کو لاجوابی سمجھ لیا۔'' (ایضاً ص ۲۵) محترم مولانا صاحب آپ یہ بات بار بار کیوں دہراتے ہیں کہ نیلوی صاحب نے دس سوالات کا جواب نہیں دیا اور لاجواب ہو گیا۔ حضرت امیر صاحب سمیت پوری اشاعت نے ۱۰۴ سوالات کا جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گئے۔ کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ آپ اقبال جرم کی بجائے چپ رہتے تو آپ کا بھرم رہتا۔

سوال نمبر ۱۲۹: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے: ''پہلے ہمارے علماء اشاعت کی لکھی گئیں۔ اس موضوع پر علمی کتب مثلاً شیخ الحدیث قاضی شمس الدین کی مسالک العلماء اور القول الجلی، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی البصائر علامہ نیلوی کی ندائے حق اور مولانا شیر محمد جھنگوی کی آئینہ تسکین الصدور کا جواب دینا چاہئے۔'' (ایضاً ص ۲۶)

مولانا صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ بتائیں کہ آپ کی جماعت کی کس کتاب کا بلکہ کس کتاب کی کس دلیل کا جواب نہیں دیا گیا۔ پہلے تو ہمارے علماء نے آپ کی کتابوں اور ان کی دلیلوں کے جوابات میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اگر بالفرض والمحال کوئی کسر اب بھی باقی ہے تو آپ وہ دلیل پیش فرمادیں۔ ان شاء اللہ! بندہ وہ رہی سہی کسر نکال دے گا اور جن کتابوں اور دلیلوں کے جوابات ہمارے اکابر دے چکے ہیں۔ اگر تمہارے نزدیک ان میں کوئی سقم باقی ہے تو پیش فرمائیں۔ ان شاء اللہ! تسلی بخش جواب دیا جائے گا۔

<u>سوال نمبر ۱۳۰</u>: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''اگر ان نام نہاد دیوبندیوں کے ہاں یہ مسئلہ عقائد میں سے ہے تو پھر انہیں اپنا مسلک قرآنی نصوص اور احادیث متواترہ سے ثابت کرنا ہوگا۔ کیونکہ عقائد کا مسئلہ اسلام اور شریعت کے انہی دو بنیادی اصولوں سے ثابت ہوتا ہے۔'' (ایضاً ص ۳۶)

حضرت مولانا صاحب! عقیدہ عذاب قبر یعنی حیات قبر اور اس کی مخصوص شاخ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام الحمدللہ! قرآن مجید کی پچاس (۵۰) سے زائد آیات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور حیات الانبیاء علیہم السلام پر دلالت کرنے والی حدیثوں کو محدثین نے متواتر کہا ہے۔ الحمدللہ! ہمارا عقیدہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ دلائل کے لئے ''قبر کی زندگی'' کا مطالعہ کیجئے۔

<u>سوال نمبر ۱۳۱</u>: مولانا صاحب بتائیں قرآن مجید کی کس نص قطعی میں یہ لکھا ہوا ہے کہ عقیدہ کی بنیاد صرف اور صرف یہ دو چیزیں ہیں۔ اگر آپ کے پاس نص قطعی ہو تو پیش فرمائیں؟

<u>سوال نمبر ۱۳۲</u>: اگر آپ کے پاس نص قطعی نہیں ہے تو کیا آپ نے اپنے اس عقیدہ کی بنیاد اقوال علماء پر رکھی ہے تو سوال یہ ہے کہ اقوال علماء کسی عقیدہ کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ اگر نہیں بن سکتے تو آپ نے کیسے ان کو بنیاد بنا دیا؟

<u>سوال نمبر ۱۳۳</u>: آپ نے اس سلسلہ میں امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ کا راہ ہدایت سے ایک حوالہ پیش فرمایا۔ لیکن خیانت کا ارتکاب کیا اور حضرت کی ایک عبارت جس میں انہوں نے تواتر کو عام کیا ہے۔ دیکھئے حضرت شیخ الحدیث خبر متواتر کے آگے لکھتے ہیں۔ (عام اس سے کہ تواتر لفظی ہو یا تواتر طبقہ تواتر قدر مشترک ہو یا تواتر توارث ان میں سے ہر ایک کا انکار ہمارے اکابر کے نزدیک کفر ہے۔ ملاحظہ ہو البیان الازہر ص ۱۰۳، ۱۰۴ از حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) (راہ ہدایت ص ۲۰۲)

مولانا کیوں آپ نے یہ عبارت ہضم کر لی اس عبارت سے آپ کو کون سا خطرہ لاحق تھا۔ یہی نہ کہ خبر واحد کو جب تواتر معنوی حاصل ہو جائے یا توارث حاصل ہو جائے یا تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے۔ وغیرہ وغیرہ! تو وہ متواتر کے درجہ میں داخل ہو کر عقیدہ کی بنیاد بن جاتی ہے۔

<u>سوال نمبر ۱۳۴</u>: آپ نے لکھا ہے ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ امام اہل سنت اور ان کے متبعین اپنی ہی باتوں میں تضاد بیانی اور دوغلے پن کے شکار کیوں ہیں۔ بریلویوں کے رد میں لکھنے کی جتنی بھی توفیق انہیں دی گئی۔ وہاں تو تحریر کرتے وقت ان کے ہاں جدا اصول ہوں اور علماء اشاعت کے قرآنی مسلک کے مقابلے میں ان کے اس من پسند مسئلہ میں اپنے لئے جدا اصول کارفرما رکھنے کی روش رکھی جائے کہ جس میں موضوع اور ضعیف روایات اور یا صرف غیر معصوم اکابر کی تفردات سے ہی یہ اپنا کلام چلا لیتے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۷)

محترم مولانا صاحب ہمارے اکابر کی کتابوں کو سمجھنے میں واقعی آپ قاصر ہیں اور اسی قصور کا یہ نتیجہ ہے کہ آپ کو ہمارے بزرگوں کی کتابوں میں تضاد اور دوغلہ پن نظر آتا ہے۔ دانا کہتے ہیں کہ اگر شیشہ سامنے رکھا جائے تو اپنی ہی شکل نظر آتی ہے۔ محترم مولانا صاحب یہ تمہارے اپنے تضاد اور اپنی ہی دوغلہ پالیسیاں ہیں جو آپ کو نظر آ رہی ہیں۔ الحمدللہ! ہمارے اکابر تضاد بیانی اور دورنگی چال سے دور ونفور ہیں۔ باقی رہا عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے متعلق آپ کا یہ سمجھنا کہ امام اہل سنت اخبار احاد سے استدلال کرتے ہیں۔ دراصل تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ کیونکہ محدثین فیصلہ فرما چکے ہیں کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث نے تواتر میں تعمیم کی ہے۔ حوالہ سابقا گزر چکا ہے یعنی اگر خبر واحد کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے یا اس کو اجماع امت کی تائید حاصل ہو جائے یا قدر مشترک کے طور پر بہت سی حدیثوں میں ایک ہی بات پائی جائے۔ وغیرہ وغیرہ تو وہ خبر واحد درجہ تواتر حاصل کر لیتی ہے۔ لہٰذا حضرت شیخ الحدیث کی تحریروں میں کوئی تضاد اور دوغلہ پن نہیں ہے۔ لیکن تمہارے اذہان ان حقائق کو معلوم کرنے سے قاصر ہیں؟

سوال نمبر ۱۳۵: آپ نے عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کی حدیثوں کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ عقیدہ حیات الانبیاء کی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اشاعت بھی حیات الانبیاء کے عقیدے کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اگرچہ ایک غلط صورت کے ساتھ ہی سہی بہر حال مانتے تو ہیں اب بتائیں کہ جب حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچ جائیں تو کیا فرداً فرداً ان کے رواۃ پر بحث کر کے ان کو ضعیف اور موضوع بنانا اصول حدیث کی رو سے جائز ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۳۶: مولانا صاحب آپ نے ہمارے امام اہل سنت کو یہ طعنہ بھی دیا ہے کہ وہ غیر معصوم اکابر کے تفردات سے ہی اپنا کلام چلا لیتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں سوال ہے کہ وہ کون سے غیر معصوم اکابر ہیں۔ جن کے تفردات سے کام چلایا گیا۔ کم از کم ۳ بزرگوں کے نام پیش کریں؟

سوال نمبر ۱۳۷: عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کی صحیح صورت کو کسی نے تفرد قرار دیا ہے؟

سوال نمبر ۱۳۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا مسلک ثابت کرنا چاہئے۔ حقیقت تو یہ ہے اگر کسی نام نہاد دیوبندی نے مسلکی غیرت میں آ کر ہمارے دلائل کے جواب میں کچھ لکھنے کی کوئی ناکام کوشش کی بھی ہے تو ان دو بنیادی طریقہ اثبات سے ہٹ کر اور صرف ''قال فلان'' اور ''ھذا رائی فلان'' کہہ کر محض صفحات کالے کرنے کے سواء ان سے کچھ نہیں بن پڑا۔'' (ایضاً ص ۲۷)

محترم مولوی صاحب عقیدہ عذاب قبر اور عقیدہ حیات الانبیاء فروعی مسائل نہیں ہیں بلکہ اصولی بائیں ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے قائل ہیں۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے: ''واعادة الروح الی العبد فی قبرہ حق'' (شرح فقہ اکبر ص ۱۱۹) دیکھ لیا آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اعادہ روح کو صاف لفظوں میں تسلیم فرما رہے ہیں۔ کیا آپ کو امام صاحب کی بات پر اعتماد ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۳۹: مولانا صاحب! غلط بیانی سے پرہیز کریں ہمارے اکابر کا ہر عقیدہ ادلّہ اربعہ سے ثابت فرماتے ہیں۔ الحمدللہ! ہم نے کبھی اصولوں کو نہیں چھوڑا۔ ہمارے اکابر کا مزاج ہے کہ وہ کتاب وسنت کو سلف صالحین کی بیان کردہ تشریحات وتعبیرات کے مطابق سمجھتے ہیں اور یہی مطلب ہے: ''قال فلان وھذا رای فلان'' کا آپ نے ہمیں تو اس

بات کا طعنہ دیا ہے کہ ہم فلاں فلاں کی بات کرتے ہو۔لیکن سوال یہ ہے کہ تم یہ دعویٰ کیوں کرتے ہو کہ ہم فکر دیوبند کے امین ہیں۔ہم اکابر کے نقش قدم پر ہیں،اگر اکابر کی بات تمہارے ہاں صحیح نہیں ہے تو اکابر کی پیروی کا دعویٰ کیوں کرتے ہو؟

سوال نمبر ۱۴۰: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ:''لہٰذا ان حضرات کو پہلے ہمارے علماء اشاعت کو قرض جوان پر مختلف محقق کتب کی صورت میں ہیں۔پورا کرنا چاہئے تھا پھر کہیں جا کر ہم سے جوابات کا مطالبہ کرتے۔'' (ایضاً ص ۲۷) محترم مولانا صاحب! غلط بیانی نہ کیجئے علماء دیوبند نے آپ کی تمام کتابوں اور دلیلوں کا جواب دے دیا ہے۔آپ کا کوئی قرضہ ہمارے اکابر اصاغر پر باقی نہیں ہے۔لہٰذا ذیل قرضہ وصول کرنا ناانصافی ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ۱۰۴ سوالات کا قرضہ کیوں ادا نہیں کرتے۔جب کہ آپ اقرار جرم بھی کر چکے ہیں اور عدم ادائیگی کا اعتراف بھی۔چنانچہ یہ الفاظ آپ کے رسالہ میں موجود ہیں۔(ہمیں مولف ۱۰۴ سوالات کے جوابات دینا گوارا نہ تھا)(ایضاً ص ۲۷) کیوں مولانا صاحب! اگر قرضہ دینے کو دل گوارہ نہ کرے تو قرضے کو ہضم کر جانا جائز ہے۔

سوال نمبر ۱۴۱: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے:''ایک تو یہ کہ مولوی احمد رضا بریلوی کے فتنہ تکفیر اور مسئلہ حیات النبی ﷺ پر بحث وتکرار کی مماثلت پر غور کریں کہ یہ دونوں چیزیں توحید وسنت کے راستے میں کتنی بڑی رکاوٹیں ثابت ہوئی ہیں۔'' (ایضاً ص ۲۸)

جناب محمد ایاز کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ نے اپنی اس عبارت میں بریلویوں کے امام احمد رضا خان بریلوی کے فتنہ تکفیر کو اور عقیدہ حیات النبی ﷺ پر بحث وتکرار کو ملا کر توحید وسنت کے راستے میں رکاوٹیں قرار دیا۔اب سوال یہ ہے کہ آپ اپنے اسی رسالہ میں حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کو تسلیم کر چکے ہیں۔مثلاً آپ نے لکھا ہے۔ادھر اشاعت التوحید والسنت کے علماء کا یہ حال تھا کہ وہ حیات برزخیہ کے کیفیت کے مسئلہ کو عقائد ضروریہ میں سے ہی نہیں سمجھے تھے۔ان کے نزدیک حیات جو دلالۃ النص سے ثابت ہے۔اس کا عقیدہ رکھنا ہی کافی تھا۔ (ایضاً ص ۱۶)

آپ مزید لکھتے ہیں کہ:''اشاعت التوحید والسنت سے وابستہ علماء کے بارے میں سبھی دوسرے علماء جانتے تھے کہ یہ حضرات برزخی حیات کے قائل ہیں۔'' (ایضاً ص ۱۵)

نیز آپ قبر کی حیات اور ادراک بھی تسلیم کر چکے ہیں۔دیکھئے سوال ۱۷، ۵۸، ۶۰: جب بقول شما عقیدہ حیات النبی ﷺ توحید وسنت میں رکاوٹ ہے تو آپ نے اس حیات کو کیوں تسلیم کر لیا؟

سوال نمبر ۱۴۲: اگر عقیدہ حیات النبی ﷺ توحید وسنت کی راہ میں رکاوٹ ہے تو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے تاریخ ساز فیصلہ پر آپ کی جماعت کے بڑوں نے دستخط کیوں کئے تھے؟

سوال نمبر ۱۴۳: پھر آپ کی جماعت کی مجلس شوریٰ نے اس فیصلے کی توثیق کیوں کی اور اس پر پابندی کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟

سوال نمبر ۱۴۴: اگر عقیدہ حیات النبی ﷺ معاذ اللہ توحید وسنت میں رکاوٹ تھا تو آپ کی جماعت کے بڑے عالم سجاد بخاری ماہنامہ تعلیم القرآن میں لوگوں کو یہ خوشخبری کیوں سنائی کہ حیات النبی ﷺ کے متعلق چارہ سالہ نزاع ختم ہو گیا؟

سوال نمبر ۱۴۵: بتائیں اگر حیات النبی ﷺ کا عقیدہ توحید وسنت میں رکاوٹ ہے تو صرف حیات قبر رکاوٹ ہے یا حیات قبر و برزخ دونوں رکاوٹ ہیں؟

سوال نمبر ۱۴۶: جو لوگ حیات النبی ﷺ پر عقیدہ رکھ کر توحید وسنت میں رکاوٹ بنے ہیں،ان کا شرعی حکم بتائیں؟

سوال نمبر ۱۴۷: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''جن بزرگوں نے آج کل مولوی نور محمد قادری تونسوی کو کندھوں پر چڑھا رکھا ہے وہ یہ ضرور سوچ سمجھ لیں کہ کل کو کہیں یہ صاحب بھی سعید احمد قادری نہ ثابت ہوں۔ جنہوں نے بریلوی مذہب کے بعد دیوبندی مذہب لکھ ڈالی تھی، وہ بھی ترنڈہ محمد پناہ ضلع رحیم یار خان کے آس پاس کے ہی تھے۔'' (ایضاً ص ۲۸)

محترم مولوی صاحب جھوٹ بولنے کی عادت بد کیوں ترک نہیں فرماتے۔ کیا توحید و سنت آپ کو یہی سبق پڑھاتی ہے؟ کیا آپ کے تمام جھوٹ توحید و سنت کے پردہ میں چھپ جائیں گے۔ اشاعت التوحید والسنۃ کی بجائے آپ نے اشاعت الکذب والفتنہ کا کاروبار کیوں شروع کر رکھا ہے۔ یقین جانئے سعید احمد قادری نامی شخص نہ تو ترنڈہ محمد پناہ کا باشندہ ہے نہ ہی اس کے گرد و نواح کے رہنے والا اور نہ ہی ضلع رحیم یار خان سے اس کا تعلق ہے، نہ معلوم کہاں کا رہنے والا ہے۔ خواہ مخواہ آپ نے بندہ عاجز کی کڑی اس کے ساتھ ملا کر غلط بیانی کیوں کی ہے۔ ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین'' کے علاوہ آپ کو کوئی تمغہ بھی ملے گا یا نہ؟

سوال نمبر ۱۴۸: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''کیا ترنڈہ محمد پناہ اور اس کے ارد گرد کے تمام مواضعات و دیہات کے تمام مرد و زن کے عقائد و اعمال کی درستگی ہوگئی ہے اور وہاں شرک و بدعت کا نام و نشان باقی نہیں رہا اور ان دیار کے تمام لوگ قرآن پاک کے مطلوب مسلمان بن چکے جو آپ کو برزخ میں حیات نبوی ﷺ کی کیفیت و نوعیت کی تحقیق کی ضرورت پیش آگئی خود آپ سے عالم برزخ اور روز محشر شاید سماع موتی اور حیات النبی ﷺ کی کیفیت کے بارے میں تو سوال نہ ہوگا۔'' (ایضاً ص ۲۹)

آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ قرآن مجید کی نص قطعی یا حدیث متواتر سے یہ ثابت ہو کہ اولاً تمام عقائد اور تمام اعمال کو درست کرو۔ پھر عقیدہ حیات النبی ﷺ کو بیان کرنا؟

سوال نمبر ۱۴۹: فرمائیں علمائے اسلام کی کیا ذمہ داری ہے۔ عقاید اور اعمال کو بیان کرنا یا لوگوں کو منوانا؟

سوال نمبر ۱۵۰: الحمد للہ! بندہ عاجز نے دین کی جو باتیں اپنے بزرگوں سے پڑھی اور سنی ہیں، ان سب کی تبلیغ ترنڈہ محمد پناہ اور اس کے گرد و نواح میں ہو رہی ہے۔ آپ بتائیں کہ دین اسلام کی کتنی باتوں کی آپ نے تبلیغ کی ہے اور کتنی باتیں ہیں جو اب تک لوگوں کو نہیں بتائیں؟

سوال نمبر ۱۵۱: مولوی ایاز صاحب کو غلط بیانی کی جولت پڑی ہوئی ہے، اس عادت بد کا ان سے چھوٹ جانا بہت مشکل ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے: ''جبل گردد جبلت نہ گردد'' مولوی صاحب کو یہ غلط فہمی ہے کہ بندہ عاجز اور اس کی جماعت عقیدہ حیات النبی ﷺ کی کیفیت و نوعیت ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ غلط بیانی ہے اور حقائق کو چھپانے کی ناپاک کوشش ہے۔ حالانکہ بندہ عاجز اور پوری جماعت کی محنت اس بات پر ہو رہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو برزخ یعنی قبر شریف میں بہ تعلق روح بجسد عنصری حیات حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ زائرین کا سلام سنتے ہیں۔ باقی رہی تعلق کی کیفیت اور نوعیت تو وہ اللہ ہی جانتے ہیں۔ آسان لفظوں میں یوں سمجھیں کہ آپ ﷺ کا دنیا والا جسد بہ تعلق روح حیات برزخی میں شامل ہے۔ جب کہ اشاعتی لوگ اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ اب بتایئے ہم نفس تعلق کو ثابت کرنے والے ہیں یا تعلق کی نوعیت و کیفیت کو؟ سچی بات بتائیں غلط بیانی سے پرہیز کریں؟

سوال نمبر ۱۵۲: آپ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: ''مگر یہ سوال لازماً ہوگا کہ تم وہ شخص تھے جسے اللہ نے اپنے دین کے علم سے نوازا اور اس کی دعوت وتبلیغ کے لئے مقرر کیا۔ تم نے اپنے علاقہ میں شرک و بدعت کی بیخ کنی کے لئے اور خدا فراموش لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے اور لانے کے لئے کیا کیا؟'' (ایضاً ص ۲۹)

قرآن مجید سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک عقیدہ اور ہر ایک عمل کے بارے میں سوال ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے: ''فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرةٍ شرا یره'' اب سوال یہ ہے کہ آپ کی مانیں یا قرآن کی؟

سوال نمبر ۱۵۳: اگر کوئی مرزائی کہے کہ قیامت کے دن ختم نبوت کے بارے میں سوال نہ ہوگا اور اگر کوئی رافضی کہے کہ قیامت کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق سوال نہ ہوگا۔ اگر کوئی مسعودی کہے کہ قیامت کے دن حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال نہ ہوگا اور اگر کوئی پرویزی کہے کہ قیامت کے دن حدیث کے بارے میں سوال نہ ہوگا اور اگر کوئی بریلوی کہے کہ قیامت کے دن نور و بشر کے بارے میں سوال نہ ہوگا تو آپ بتائیں ان کو کیا جواب دیں گے؟

سوال نمبر ۱۵۴: آپ ہمیں ان عقائد اور اعمال کی فہرست بنا کر دیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا اور اسی طرح ان عقاید اور اعمال کی بھی فہرست بنا دیں، جس کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہ ہوگا؟

سوال نمبر ۱۵۵: آپ نے اپنے رسالہ کے آخر میں لکھا: ''باقی مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سماع موتی کے تناظر میں اہل بدعت اور ۱۰۴ سوالات کی تردید میں ایک تفصیلی کتاب ان شاء اللہ! بہت جلد منظر عام پر آ رہی ہے۔ محترم مولانا صاحب آپ اس موضوع پر ضرور کتاب لکھیں۔ ہمیں انتظار رہے گا لیکن گزارش یہ ہے کہ جس طرح اپنے اس رسالہ میں جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لیا وہاں یہ کام نہ کرنا۔'' لیکن بندہ عاجز کو یہ خطرہ بھی ہے جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ کہیں آپ کا یہ دعویٰ ڈھول کا پول ثابت نہ ہو۔

(نوٹ) یہاں تک وہ سوالات مذکور ہیں جو مولوی ایاز کے رسالہ پر وارد ہوتے ہیں۔ اب چند مزید سوالات سنئے جو مولوی ایاز اور ان کے ہم خیال لوگوں کے مذہب پر وارد ہوتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۵۶: آپ نے بندہ عاجز کو اہل بدعت کہا۔ سوال یہ ہے کہ آپ کو ہمارے عقیدہ اور عمل میں کون سی بدعت نظر آئی۔ اس کی تفصیل بیان فرمائیں؟

سوال نمبر ۱۵۷: اگر آپ نے ہمیں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے فیصلہ کی وجہ سے اہل بدعت کہا ہے تو اس فیصلہ کو اشاعت التوحید والسنۃ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ کیا وہ اہل بدعت ہیں؟

سوال نمبر ۱۵۸: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اشاعت التوحید کے کون کون سے بزرگ تادم زیست اس فیصلہ پر قائم رہے اور کون کون منحرف ہوئے۔ سب کے نام بتائیں؟

سوال نمبر ۱۵۹: اگر آپ نے ہمیں اعادہ روح اور تعلق روح کی وجہ سے اہل بدعت کہا ہے تو ان امور کو امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں اپنی کتاب تحریرات حدیث میں ثابت فرما چکے ہیں۔ کیا وہ بھی اہل بدعت تھے؟

سوال نمبر ۱۶۰: اگر آپ نے استشفاع کی وجہ سے اہل بدعت کہا ہے تو اس کو حضرت مولانا حسین علی صاحب تحریرات حدیث میں، حضرت بلال بن حارث مزنی کی حدیث سے ثابت کر چکے ہیں تو کیا ان کو بھی اہل بدعت کہا جائے گا۔ اگر آپ نے ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سماع عند القبر شریف کی وجہ سے اہل بدعت کہا ہے تو اسی

عقیدہ پر پوری امت کا اجماع ہے۔ حتیٰ کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب اور ان کے شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ اور تحریرات حدیث تو کیا پوری امت کو آپ اہل بدعت کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۶۱: اگر آپ لوگ حیات قبر کی وجہ سے اہل بدعت کہتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ قبر کی حیات وادراک واحساس آپ نے اپنے سوالات میں تسلیم کیا ہے تو کیا آپ بھی اہل بدعت ہیں؟

سوال نمبر ۱۶۲: جو فقہائے اسلام کہتے ہیں: ''ومن یعذب فی قبرہ فیوضع فیہ نوع من الحیات'' تو کیا یہ بھی اہل بدعت ہیں؟

سوال نمبر ۱۶۳: اگر آپ نے ہمیں عام موتی کے سماع فی الجملۃ کی وجہ سے اہل بدعت کہا ہے تو سوال یہ ہے کہ آپ کے نیلوی نے لکھا ہے کہ شافعہ، حنابلہ، مالکیہ اور بعض حنفیہ عام موتی کے سماع کے قائل ہیں تو کیا آپ ان سب کو اہل بدعت کہیں گے۔ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ ''باب المیت یسمع خفق النعال'' اور پھر آپ نے اس عقیدہ کو حدیث سے ثابت کیا ہے۔ کیا آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اہل بدعت کہیں گے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۸)

سوال نمبر ۱۶۴: حضرت مولانا حسین علی صاحب نے باب قائم کیا ہے۔ ''باب المیت یسمع قرع نعالھم'' تحریرات حدیث ص ۳۸۶۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مولانا حسین علی صاحب کو بھی اس عقیدہ کی وجہ سے اہل بدعت میں شمار کرو گے؟

سوال نمبر ۱۶۵: آپ حیات کسے کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۶۶: کیا حیات انسانی کا تحقق بغیر تعلق روح کے ہوتا ہے۔ جمادات کی بات نہ کریں؟

سوال نمبر ۱۶۷: کیا حیات اور موت ایک دوسرے کی ضد ہیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۱۶۸: کیا متکلمین اسلام نے بغیر تعلق کے عذاب میت کو سفسطہ کہا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۶۹: آپ نے اپنے سوالات میں تسلیم کیا ہے کہ قبر میں مردہ انسان میں اتنا ادراک واحساس اور حیات ہوتی ہے، جس سے وہ رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اپنے اس عقیدہ پر قرآن مجید کی نص قطعی پیش کریں یا پھر حدیث متواترہ؟

سوال نمبر ۱۷۰: آپ نے مردہ انسان کے اندر جو حیات اور ادراک واحساس تسلیم کیا ہے، اس کی معقول صورت کیا ہے۔ بہ تعلق روح یا بغیر تعلق روح؟

سوال نمبر ۱۷۱: جو شخص میت کے اندر اتنی حیات اور اتنے ادراک وشعور کا قائل نہیں ہے کہ وہ رنج وراحت کو محسوس کرے ایسے شخص کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۱۷۲: جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ روح کا تعلق بدن عنصری کے اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے جس کی وجہ سے مردہ انسان دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے۔ ایسے شخص کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۱۷۳: کیا آپ جسد مثالی کے قائل ہیں؟

سوال نمبر ۱۷۴: کیا جسد مثالی میں روح کا دخول وحلول ہوتا ہے؟

سوال نمبر ۱۷۵: قرآن وحدیث میں کہیں ثابت ہے کہ روح انسانی کو جسد مثالی مہیا کیا جاتا ہے؟

سوال نمبر ۱۷۶: اگر روح انسانی جسد مثالی میں داخل ہونا مان لیا جائے تو یہ نظریہ ''فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت'' کے مخالف تو نہ ہوگا؟

سوال نمبر ۱۷۷: اگر روح کو جسد مثالی میں داخل سمجھا جائے تو کیا یہ تیسری زندگی تو لازم نہ آئے گی؟

سوال نمبر ۱۷۸: جو شخص عام قبر و برزخ میں روح کا جسد عنصری سے تعلق مانتا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال نمبر ۱۷۹: خیر القرون میں اعادہ روح کی حدیثوں پر جرح ہوئی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۸۰: خیر القرون میں کس محدث نے اعادہ روح کی حدیثوں پر جرح کی ہے؟

سوال نمبر ۱۸۱: اعادہ روح کی حدیثوں کا سب سے پہلے کس نے انکار کیا؟

سوال نمبر ۱۸۲: آپ کے نزدیک عذاب قبر جسد عنصری پر ہوتا ہے یا مثالی پر یا دونوں پر؟

سوال نمبر ۱۸۳: آپ کا اس بارے میں جو عقیدہ بھی ہے، اسے قرآن کی نص قطعی یا پھر حدیث متواتر سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۱۸۴: کیا عذاب قبر کو حیات قبر لازم ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۸۵: زمین کا وہ حصہ جس میں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔ کیا آپ اسے قبر کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۸۶: قرآن مجید میں قبر کا لفظ کتنے بار استعمال ہوا ہے؟

سوال نمبر ۱۸۷: قرآن مجید میں قبر کا اطلاق کس پر ہوا ہے۔ مدفن ارض پر یا برزخ پر؟

سوال نمبر ۱۸۸: علمائے اسلام نے جو فرمایا ہے قبر سے مراد عالم برزخ ہے، ان کی اس جملہ سے کیا مراد ہے۔ کیا وہ مدفن ارض کو قبر کے مفہوم سے خارج کرنا چاہتے ہیں یا قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کر کے مدفن ارض سمیت مردے کے ہر مقام کو قبر کے مفہوم میں داخل کرنا چاہتے ہیں؟

سوال نمبر ۱۸۹: جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ مدفن ارض قبر نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک گڑھا ہے۔ اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

سوال نمبر ۱۹۰: عذاب قبر کے لئے جسم عنصری کا اپنی اصلی شکل پر برقرار رہنا ضروری ہے یا مردہ جس شکل میں بھی مستحیل ہو جائے وہ رنج و راحت کا مورد بنتا ہے؟

سوال نمبر ۱۹۱: ''کل نفس ذائقة الموت'' کے تحت روح انسانی پر بھی موت طاری ہوتی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۱۹۲: روح پر میت کا اطلاق صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۱۹۳: روح موت کا مزا چکھنے کے بعد مردہ رہتی ہے یا زندہ ہو جاتی ہے۔ اگر مردہ رہتی ہے تو عذاب کس کو ہوتا ہے۔ اگر زندہ ہو جاتی ہے تو کیا روح کی طرح جسد زندہ نہیں ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر ۱۹۴: جو شخص روح کی موت کا قائل نہیں ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال نمبر ۱۹۵: جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت کے بعد روح جنت کی سیر کرتی ہے، کیا اس شخص کا یہ عقیدہ امساک روح کے مخالف تو نہیں ہے؟

سوال نمبر ۱۹۶: کیا روح کے اعضاء ہیں وہ کس آنکھ سے دیکھتی ہے؟ کس زبان سے بولتی ہے؟ کس کان سے سنتی ہے؟ کس ہاتھ سے پکڑتی ہے؟ کس پاؤں سے چلتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ!

سوال نمبر ۱۹۷: اگر روح کے اپنے اعضاء ہیں جن سے وہ کام کاج کرتی ہے تو قرآن مجید کی نص قطعی یا حدیث متواتر سے اس کے اعضاء ثابت کریں؟

سوال نمبر ۱۹۸: اگر روح کو کام کاج کے لئے کھانے پینے کے لئے بولنے، دیکھنے، سننے کے لئے کسی جسد کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ جسد کون سا ہوتا ہے؟ دنیا والا یا کوئی اور؟

سوال نمبر ۱۹۹: اگر دنیا والا جسد روح کے لئے مہیا کیا جاتا ہے تو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ثابت اور اگر کوئی جسد مہیا کیا جاتا ہے تو اس کو نص قطعی سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۲۰۰: نیکی اور برائی کرنے میں روح کے ساتھ جسد عنصری شریک تھا یا کوئی اور اگر جسد عنصری تھا تو قبر و برزخ اور آخرت کی جزاوسزا میں اسی ہی کو شامل ہونا چاہئے اور اگر کوئی اور جسد تھا جس نے روح کے ساتھ مل کر نیکی یا برائی کی ہے تو اس کا ثبوت پیش کریں؟

سوال نمبر ۲۰۱: کرے کوئی بھرے کوئی۔ یعنی عمل کرے جسد عنصری اور جزاوسزا پائے کوئی اور۔ کیا یہ انصاف ہے یا بے انصافی؟

سوال نمبر ۲۰۲: ایک شخص کا نظریہ یہ ہے کہ روح موت کے بعد علیین یا سجین میں رہتی ہے۔ لیکن اس کا ایک گونہ تعلق قبر سے رہتا ہے۔ کیا یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۰۳: جو شخص کہتا ہے موت کے بعد آیا روح کا مردہ مدفون کے ساتھ تعلق رہتا ہے یا نہ۔ اس سے قرآن مجید خاموش ہے نہ نفی کرتا ہے، نہ اثبات بتائیں ایسا عقیدہ رکھنا صحیح ہے یا غلط۔ کیا واقعی قرآن مجید تعلق کی نفی نہیں کرتا؟

سوال نمبر ۲۰۴: جو شخص کہتا ہے کہ قائلین تعلق قابل ملامت نہیں ہیں۔ کیا اس شخص کا کہنا صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۰۵: جو شخص کہتا ہے کہ تعلق اور عدم تعلق کے مسئلہ میں سکوت احوط ہے۔ ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۲۰۶: جو شخص یہ کہتا ہے کہ روح منبسط ہو کر قبر میں آجاتی ہے اور آ کر نماز پڑھتی ہے۔ آیا اس شخص کا یہ نظریہ غلط ہے یا صحیح؟

سوال نمبر ۲۰۷: ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں قبر کے پاس بیٹھ کر صاحب قبر سے ہم کلام ہوتا ہوں۔ کیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۰۸: بخاری شریف کی حدیث میں جو آتا ہے: ''اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال علی اعناقهم فان کانت صالحة قالت قدمونی وان کانت غیر صالحة قالت لاهلها یا ویلها این تذهبون بی یسمع صوتها کل شی الا الانسان'' اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں بولنے والی میت ہے یا روح میت یا دونوں اگر روح بولتی ہے تو وہ فرشتوں سے جان چھڑا کر چارپائی پر کیسے آجاتی ہے۔ کیا اس کا چارپائی پر واپس آنا امساک روح کے خلاف تو نہ ہوگا؟

سوال نمبر ۲۰۹: اگر میت چارپائی پر بولتی ہے تو فرمائیں بہ تعلق روح بولتی ہے یا بلا تعلق روح بولتی ہے؟

سوال نمبر ۲۱۰: حدیث صحاح ستہ میں جو آتا ہے: ''اذا اقبر المیت اتان ملکان'' الحدیث سوال یہ ہے کہ یہ دو فرشتے حساب لینے والے مردہ مدفون کے پاس آتے ہیں یا اس کے روح کے پاس یا مجموعہ کے پاس؟

سوال نمبر ۲۱۱: حدیث میں جو آتا ہے: ''المیت یعذب فی قبرہ الحدیث'' اس حدیث میں میت سے کیا مراد ہے۔ روح یا جسد یا مجموعہ؟

سوال نمبر ۲۱۲: حساب لینے والے فرشتے مردہ جسد کے پاس آتے ہیں یا اس کی روح کے پاس یا دونوں کے پاس؟

سوال نمبر ۲۱۳: قبر کا سوال اسی زمین والی قبر میں ہوتا ہے یا کسی اور قبر میں؟

سوال نمبر ۲۱۴: جو لوگ اسی زمین والی قبر میں سوال وحساب مانتے ہیں وہ حق پر ہیں یا نہ؟

سوال نمبر ۲۱۵: جو لوگ کہتے ہیں کہ اسی ارضی قبر میں سوال نہیں ہوتا بلکہ سوال روح کی قبر میں ہوتا ہے وہ صحیح العقیدہ ہیں یا فاسد العقیدہ؟

سوال نمبر ۲۱۶: حدیث میں جو آیا ہے کہ قبر مردہ کو دباتی ہے وہ یہی ارضی قبر ہے یا کوئی اور؟

سوال نمبر ۲۱۷: حدیث مسلم میں جو آیا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قبر میں ہونے والے عذاب کی وجہ سے مردہ انسان جو فریاد کرتا ہے (تسمعہ البھائم) سوال یہ ہے کہ جانور جو مردہ انسان کی فریاد سنتے ہیں، اس سے کون سے جانور مراد ہیں۔ دنیا والے جانور یا کوئی اور؟

سوال نمبر ۲۱۸: قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات (الآیۃ)'' اس آیت میں مقتول فی سبیل اللہ کو زندہ کہا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مقتول سے مراد کون ہے؟ روح یا جسد یا مجموعہ؟

سوال نمبر ۲۱۹: اگر روح اور جسد کا مجموعہ مقتول ہے تو حیات بھی مجموعہ کی ثابت ہوگی اور یہ آیت روح اور جسد دونوں کی حیات کے لئے نص قطعی بن جائے گی۔ لہٰذا جو شخص اس نص قطعی کو نہ مانے اور جسد کی حیات کا انکار کرے اس کا شرعی حکم بتائیں؟

سوال نمبر ۲۲۰: اگر مقتول فی سبیل اللہ سے مراد جسد ہے تو کیا جسد کی حیات پر ایمان لانا ضروری ہوگا؟

سوال نمبر ۲۲۱: اگر آیت مذکورہ میں مقتول فی سبیل اللہ سے مراد صرف روح ہے تو اس کے لئے ثبوت درکار ہے۔ قرآن مجید کی نص قطعی پیش فرمائیں یا حدیث متواتر؟

سوال نمبر ۲۲۲: حدیث میں جو آتا ہے کہ مقتولین فی سبیل اللہ کو جنت کی سیر وسیاحت کے لئے سبز رنگ کے پرندے عطاء کئے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ سبز رنگ کے پرندے ان کے لئے باقاعدہ جسم قرار پاتے ہیں یا یہ سبز رنگ کے پرندے ان کے لئے سواریاں ہیں اور وہ ان میں بیٹھ کر جنت کی سیر کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۲۳: اگر یہ سبز رنگ کے پرندے شہدائے اسلام کے لئے باقاعدہ جسم بن جاتے ہیں تو کیا تناسخ کی تعریف اس پر بیچ آتی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۲۴: اگر یہ تناسخ نہیں ہے تو بتائیں کہ کیسے نہیں ہے؟

سوال نمبر ۲۲۵: اگر اس پر تناسخ کی تعریف سچی آتی ہے تو بتائیں کہ اسلام میں تناسخ باطل ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۲۶: اگر سبز رنگ کے پرندے شہداء اسلام کے لئے سواریاں ہیں تو ان کی ارواح کس جسم کے ساتھ اپنی سواریوں پر بیٹھ کر جنت کی سیر کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۲۷: اگر شہدائے اسلام اپنی ان سواریوں میں بشکل انسانی جنت کی سیر کرتے ہیں اور روح کے ساتھ جسد مثالی ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ جسد مثالی کی تجویز کے ساتھ ساتھ جسد عنصری سے بھی روح کا تعلق ہوتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۲۸: اگر جسد مثالی کے ساتھ تعلق جڑ گیا اور جسد عنصری سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہا تو سوال یہ ہے کہ جسد مثالی جسد عنصری کے بغیر برقرار رہ سکتا ہے۔ کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ جسد مثالی تو ظل اور عکس کے مانند ہے اور جسد عنصری اس کے لئے اصل ہے۔ اگر اصل قائم ہوگا تو اس کا ظل اور عکس بھی ثابت ہوگا۔ اگر اصل نہیں ہے تو ظل اور عکس کہاں سے آئے گا۔ معلوم ہوا کہ جسد مثالی جسد عنصری کا مرہون منت ہے؟

سوال نمبر ۲۲۹: جو لوگ جسد مثالی کی تجویز کے ساتھ ساتھ جسد عنصری سے بھی تعلق مانتے ہیں، ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا ایسے لوگ صحیح العقیدہ ہیں یا نہ؟

سوال نمبر ۲۳۰: اگر آپ لوگ شہیدوں کے لئے سبز رنگ کے پرندوں کو باقاعدہ جسم قرار دیتے ہیں اور ارواح کا ان میں حلول مانتے ہیں اور جسد عنصری سے کسی قسم کا تعلق نہیں مانتے تو بتائیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان سے انسانی شکل وصورت سلب کر لی اور ان کو پرندہ بنا دیا؟

سوال نمبر ۲۳۱: اگر کسی شخص سے انسانی شکل چھین کر اس کو اللہ تعالیٰ جانور بنا دے تو کیا یہ اس کی عزت ہوگی یا ذلت وتوہین؟

سوال نمبر ۲۳۲: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ''النار یعرضون علیھا غدواً وعشیاً ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب (الآیۃ)'' اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے: ''واغرقنا آل فرعون'' پس ان آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہرسہ عالم میں آل فرعون کے لئے تین عذاب تجویز فرمائے ہیں۔ دنیا میں غرق ہوئے عالم قبر وبرزخ میں وہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور عالم آخرت میں ان کو اشد العذاب میں داخل کیا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ آل فرعون سے مراد کیا ہے۔ صرف اجسام یا صرف ارواح یا ان دونوں کا مجموعہ آپ کے نزدیک جو بات صحیح ہو اس کو نص قطعی یا حدیث متواتر سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۲۳۳: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: ''یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ (الآیۃ)'' مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایماندار لوگوں کو قبر اور آخرت میں کار حق پر ثابت قدم رکھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایماندار کون ہیں۔ صرف اجسام یا صرف ارواح یا ان دونوں کا مجموعہ؟

سوال نمبر ۲۳۴: عالم دنیا کی جزاوسزا میں دنیا والا جسد عنصری شامل ہوتا ہے اور آخرت کی جزاوسزا میں بھی یہ دنیا والا جسد جزاوسزا میں شامل ہوگا۔ اب بتائیں کہ عالم قبر وبرزخ کی جزاوسزا میں بھی یہی دنیا والا جسد شامل ہوتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۳۵: مذکورہ بالا سوال میں آپ کا جو بھی نظریہ ہو، اس کی نص قطعی یا حدیث متواتر سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۲۳۶: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ''اموات غیر احیاء'' بتائیں آیت کی زد میں ارواح بھی آکر اموات غیر احیاء ٹھہرتی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۳۷: اگر ارواح اس آیت کے زد میں نہیں آتی تو کیوں؟

سوال نمبر ۲۳۸: اور اگر ارواح اس آیت کی زد میں آ کر اموات غیر احیاء ٹھہرتی ہیں تو تم اپنا عقیدہ حیات روحانی والا کیسے بچاوے گے؟

سوال نمبر ۲۳۹: قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سے حیات قبر اور حیات برزخ دونوں کی نفی ہوتی ہے یا ایک کی۔ اگر دونوں کی نفی ہو جاتی ہے تو تمہاری حیات برزخیہ ختم اور اگر صرف حیات قبر کی نفی ہوتی ہے تو بتائیں کہ کیسے؟

سوال نمبر ۲۴۰: آپ کے نزدیک قبر و برزخ میں تضاد و تنافی ہے یا مصداق کے اعتبار سے ایک چیز ہیں؟

سوال نمبر ۲۴۱: قرآن مجید میں جو دو موتوں اور دو حیاتوں کا ذکر ہے اس سے حیات قبر اور حیات برزخ کی بھی نفی ہوتی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۴۲: اگر ان سے صرف حیات قبر کی نفی ہوتی ہے اور حیات برزخیہ کی نفی نہیں ہوتی تو بتائیں کہ کیوں اور کیسے؟

سوال نمبر ۲۴۳: اگر ان سے حیات قبر اور حیات برزخ دونوں کی نفی ہو جاتی ہے تو تمہاری حیات برزخیہ کہاں سے آئے گی؟

سوال نمبر ۲۴۴: ''ثم انکم بعد ذالک لمیتون'' اس آیت میں کس سے خطاب کیا گیا ہے۔ روح یا جسد کو یا دونوں کے مجموعہ کو؟

سوال نمبر ۲۴۵: اگر اس آیت میں خطاب روح کو ہے تو تمہارا عقیدہ باطل ٹھہرتا ہے۔ یہاں روح کو میت کہا گیا ہے اور تم روح کے حیات کے قائل نہیں ہو؟

سوال نمبر ۲۴۶: اگر اس آیت میں خطاب جسد کو ہے روح کو خطاب نہیں ہے تو اپنے اس عقیدہ کو نص قطعی یا حدیث متواتر سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۲۴۷: کیا آپ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی وفات اور دیگر عام موتی کی وفات برابر ہے؟

سوال نمبر ۲۴۸: حضور اکرم ﷺ کی حیات بعد الوفات عام موتی کی حیات بعد الوفات کی طرح ہے یا کچھ فرق ہے؟

سوال نمبر ۲۴۹: اگر نبی اکرم ﷺ کی حیات برزخیہ کوئی امتیازی شان رکھتی ہے تو اس کو واضح فرمائیں؟

سوال نمبر ۲۵۰: آپ کے نزدیک جن آیات اور احادیث سے حضور اکرم ﷺ کی حیات برزخیہ ثابت ہے وہ پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۲۵۱: حیات برزخیہ کی تعریف کریں کہ حیات برزخیہ کسے کہتے ہیں؟

سوال نمبر ۲۵۲: آپ ﷺ کی اس حیات برزخی میں روح کو کوئی جسم بھی عطاء کیا جاتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۵۳: اگر آپ ﷺ کی روح اقدس کو کوئی جسم عطاء کیا جاتا ہے تو وہ کون سا جسم ہوتا ہے۔ دنیوی یا کوئی اور؟

سوال نمبر ۲۵۴: آپ ﷺ کی روح اقدس کو جون سا جسم ملتا ہے اس کو نص قطعی یا حدیث متواتر سے ثابت کریں؟

سوال نمبر ۲۵۵: آپ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کا سماع عند القبر الشریف اور عام موتی کا سماع دونوں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟

سوال نمبر ۲۵۶: جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا سماع عند القبور اجماعی مسئلہ ہے۔ کیا ایسے لوگ صحیح العقیدہ ہیں یا فاسد العقیدہ؟

سوال نمبر ۲۵۷: تم لوگ جن عام دلائل سے عام موتی کے سماع کے نفی کرتے ہو کیا انہیں دلائل سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کی نفی کرتے ہو یا تمہارے پاس کوئی ایسی دلیل بھی موجود ہے، جس میں یہ تصریح ہو کہ حضور اکرم ﷺ عند القبر نہیں سنتے؟

سوال نمبر ۲۵۸: تمہارے نزدیک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع عند القبور اصول دین کا مسئلہ ہے یا فروعی مسئلہ؟

سوال نمبر ۲۵۹: اس طرح عام موتی کا سماع آپ کے نزدیک اصولی ہے یا فروعی؟

سوال نمبر ۲۶۰: جو شخص عام موتی کے صرف سماع کا قائل ہے۔ لیکن مردوں کو وہ بھی متصرف الامور نہیں سمجھتا۔ ایسے شخص پر کسی قسم کا فتویٰ لگے گا یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۶۱: جو شخص عام موتی کے سماع کے مسئلہ کو فروعی لکھتا ہے۔ کیا یہ شخص صحیح لکھتا ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۲: جو شخص یہ کہتا ہے کہ موتی کا سماع صحیح حدیثوں سے ثابت ہے یہ شخص صحیح کہتا ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۳: عام موتی کے سماع کے بارے میں جو شخص یہ نظریہ رکھتا ہے کہ یہ مسئلہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ کیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۴: ایک شخص کہتا ہے کہ سماع موتی کی جانب بھی قوی ہے۔ کیا یہ درست ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۶۵: اگر کوئی شخص سماع موتی کے مسئلہ میں سکوت کرتا ہے۔ کیا اس کا یہ سکوت صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۶: ایک شخص کہتا ہے کہ جہاں جہاں حدیثوں سے سماع موتی ثابت ہے، وہاں سماع تسلیم کر لیا جائے اور بقیہ کا سماع سپرد خدا کیا جائے۔ کیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۷: جو شخص کہتا ہے کہ سماع موتی کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں اب فیصلہ ناممکن ہے۔ کیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۸: جو شخص یہ کہتا ہے کہ اوّل زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں۔ آیا یہ شخص صحیح کہتا ہے یا غلط؟

سوال نمبر ۲۶۹: جو شخص کہتا ہے کہ مسئلہ سماع موتی میں حنفیہ باہم مختلف ہیں۔ سچ کہتا ہے یا جھوٹ؟

سوال نمبر ۲۷۰: جو شخص حدیث قرع نعال کو صحیح سمجھ کر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مردہ انسان اپنے دفن کرنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے۔ یہ صحیح العقیدہ ہے یا بدعقیدہ؟

سوال نمبر ۲۷۱: ایک شخص حدیث قلیب بدر کو صحیح سمجھ کر قلیب بدر کے مردوں کے سماع کا قائل ہے۔ آیا یہ شخص اہل بدعت ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۷۲: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کا قائل تھا یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۷۳: شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ سماع موتی کے قائل تھے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۷۴: جو جماعت یہ فیصلہ کرے کہ سماع موتی کا قائل اہل سنت سے خارج نہیں ہے۔ بتائیں کہ ایسی جماعت ہدایت پر ہے یا ضلالت پر؟

سوال نمبر ۲۷۵: کیا قرآن مجید میں کوئی ایسی نص قطعی موجود ہے جو عدم سماع موتی پر قطعی الدلالت ہو اگر ایسا ہے تو پیش فرمائیں؟

سوال نمبر ۲۷۶: جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت عدم سماع موتی پر قطعی الدلالت نہیں ہے۔ ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۲۷۷: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ''وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر'' سوال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اہل قبور کے لئے نذیر بن کر تشریف لائے تھے؟

سوال نمبر ۲۷۸: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ''ان لا تسمع الموتی و لا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین'' اس آیت میں موتی سے کون لوگ مراد ہیں، مردہ دل زندہ کافر یا قبرستان کے مردے؟

سوال نمبر ۲۷۹: اگر قبرستان کے مردے مراد ہیں تو ''اذا ولوا مدبرین'' سے مردوں کا بھاگنا ثابت ہوگا یا نہ؟

سوال نمبر ۲۸۰: اس آیت کے آگے اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے: ''ان تسمع الامن یؤمن بایتنا'' اس آیت میں زندہ مومن مراد ہیں یا مردہ؟

سوال نمبر ۲۸۱: سماع موتی کا عقیدہ رکھنا شرک ہے یا کفر، بدعت ہے یا گناہ؟

سوال نمبر ۲۸۲: جن فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے زائرین کو چاہئے کہ آپ ﷺ سے طلب شفاعت کریں اور جن لوگوں نے ان کے ذریعے سلام بھیجے ہیں، ان کے سلام پہنچائیں کیا ایسے فقہاء ہدایت پر ہیں یا ضلالت پر؟

سوال نمبر ۲۸۳: اسلام کے چودہ سوسالہ تاریخ میں کسی مفسر کسی محدث کسی متکلم کسی مجتہد الغرض کسی عالم دین نے حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر شریف کا انکار نہیں کیا ہے۔ اگر کسی نے کیا ہے تو اس کا نام پیش کریں اور بحوالہ بات کریں؟

سوال نمبر ۲۸۴: قرآن مجید کی یہ آیت: ''لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ﷺ'' کا حکم اب بھی باقی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۸۵: قرآن مجید کی یہ آیت: ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم'' اس آیت کا حکم آپ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۸۶: جو شخص یہ کہے کہ اس آیت کا حکم اب بھی باقی ہے۔ وہ شخص گمراہ ہے یا ہدایت پر؟

سوال نمبر ۲۸۷: حضور اکرم ﷺ کے سماع عند القبر الشریف کا عقیدہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے چلا آرہا ہے یا بعد میں یہ عقیدہ پیدا ہوا۔ اگر یہ عقیدہ شروع سے نہیں آرہا ہے اور بعد میں پیدا ہوا تو بتائیں کہ کب یہ عقیدہ کس صدی میں پیدا ہوا۔ کس سن میں پیدا ہوا۔ کس شخص نے پیدا کیا؟

سوال نمبر ۲۸۸: اگر بقول شما یہ عقیدہ نومولود ہے تو بتائیں کہ اس دور کے علماء حق نے اس کا تعاقب کیا یا نہ؟

سوال نمبر ۲۸۹: اگر تعاقب کرنے والوں نے تعاقب کیا تو ان اہل حق علماء کے نام بتائیں اور بحوالہ بات کریں؟

سوال نمبر ۲۹۰: اور اگر علماء حق نے اس عقیدہ کا تعاقب نہیں کیا تو بتائیں علماء حق بات کرنے سے کیوں خاموش رہے؟

سوال نمبر ۲۹۱: آپ کے محبوب نظر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے سماع عندالقبر الشریف کے قائل تھے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۹۲: کیا آپ سماع روحانی کے قائل ہیں یا نہ؟

سوال نمبر ۲۹۳: اگر آپ سماع روحانی کے قائل ہیں تو اس پر نص قطعی یا حدیث متواتر پیش کریں؟

سوال نمبر ۲۹۴: ایک شخص لکھتا ہے کہ: ''الحمدللہ! ہم حفظنا اجساد کے ساتھ ساتھ جس طرح کتاب وسنت اور ارشادات سلف سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح سماع انبیاء علیہم السلام کے بھی قائل ہیں۔ سننا روح کا کام ہے۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۳۵) اب سوال یہ ہے کہ یہ شخص جو سماع روحانی کا اقرار کر رہا ہے یہ گمراہ ہے یا راہ راست پر ہے؟

سوال نمبر ۲۹۵: آپ کی جماعت کے امیر محترم اور آپ کے شیخ مکرم حضرت مولانا طیب طاہر پنج پیری اپنی کتاب مسلک الاکابر میں حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: ''ان الضابطة انما هو عدم السماع لكن المستثنيات في الباب كثيرة'' (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۱۹) بے شک ضابطہ تو عدم سماع میں ہے۔ لیکن اس باب میں مستثنیات بہت ہیں۔ (مسلک الاکابر ص ۳۲) آپ بتائیں کہ آپ اپنے امیر اور شیخ سے اس بات پر اتفاق ہے۔ کیا واقعی آپ کے نزدیک عدم سماع کے ضابطہ سے بہت سی چیزیں مستثنیٰ ہیں؟

سوال نمبر ۲۹۶: اگر بہت سی چیزوں کو عدم سماع کے ضابطہ سے مستثنیٰ نہیں سمجھتے تو اپنے امیر اور شیخ کی مخالفت کیوں؟

سوال نمبر ۲۹۷: اگر آپ اسی باب میں مستثنیٰ کے قائل ہیں تو بتائیں کہ کون کون مستثنیٰ ہے۔ تفصیل سے بات کریں؟

سوال نمبر ۲۹۸: ضابطہ عدم سماع سے کیا حضور ﷺ کی ذات بابرکات مستثنیٰ ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۲۹۹: اگر آپ ﷺ عدم سماع سے مستثنیٰ نہیں ہیں تو پھر بتائیں اور کون لوگ ہیں جو مستثنیٰ ہیں۔ کیا آپ ﷺ سے بھی کوئی بڑی شخصیت ہے جو مستثنیٰ ہے۔ دلیل سے بات کریں؟

سوال نمبر ۳۰۰: جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض اوقات ارواح کا اپنے مردہ جسموں سے اتصال ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ زائرین کا سلام سنتا ہے۔ بتائیں یہ عقیدہ سچ ہے یا جھوٹ؟

سوال نمبر ۳۰۱: اگر یہ عقیدہ سچ ہے تو اس پر نص قطعی یا حدیث متواتر پیش کریں؟

سوال نمبر ۳۰۲: اگر یہ عقیدہ جھوٹ ہے تو ایسے جھوٹے لوگوں کی سزا بتائیں؟

سوال نمبر ۳۰۳: راویان حدیث قلیب بدر حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت ابوطلحہ، حضرت

انس رضی اللہ عنہم وغیرہم نے ''وما انتم باسمع منھم'' خود حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سنے تو کیا اللہ کے نبی ﷺ کے منہ مبارک سے سنتے ہوئے یہ الفاظ ان کے حق میں نص قطعی کا درجہ رکھتے ہیں یا نہ؟

سوال نمبر ۳۰۴: اگر یہ حدیث ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں نص قطعی نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ جو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرماتے تھے اور وہ براہ راست اللہ کے نبی ﷺ سے سنتے تھے تو وہ نص قطعی کا درجہ رکھتے تھے یا نہ؟

سوال نمبر ۳۰۵: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو باتیں براہ راست اللہ کے نبی ﷺ سے سنی ہیں، کیا وہ باتیں ان کے لئے ظنی ہوا کرتی تھیں؟

سوال نمبر ۳۰۶: قلیب بدر کے موقع پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے تو کیا ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم یوں کہیں کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ قرآن کے خلاف تھا؟

سوال نمبر ۳۰۷: ایک شخص موقع پر موجود ہے۔ دوسرا شخص موقع پر نہیں ہے۔ بات کس کی زیادہ معتبر ہوگی؟

سوال نمبر ۳۰۸: اگر دلائل میں بظاہر تعارض نظر آئے تو اولاً تطبیق کی کوشش کی جائے گی یا ترجیح کی۔ علماء اصول نے جو ضابطہ بتایا ہو وہ بیان فرمائیں؟

سوال نمبر ۳۰۹: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اس موقع پر قرآن مجید کی آیت تلاوت کرنا اور یہ کہنا: ''وھل ابن عمر'' اب سوال یہ ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ استدلال ظواہر قرآن سے ہے یا حقائق سے؟

سوال نمبر ۳۱۰: اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا استدلال حقائق سے ہے اور ان کے نزدیک واقعی قرآن مجید کی یہ آیت: ''انک لا تسمع الموتی'' عدم سماع موتی پر نص قطعی ہے تو ظاہر ہے۔ نص قطعی کا انکار کفر ہے تو پھر سیدہ نے یہ کیوں فرمایا کہ ابن عمر بھول گیا۔ ان کو تو یہ چاہئے تھا وہ راویان حدیث قلیب بدر پر شرک کفر اور بدعت کا فتویٰ لگاتی اور ان کو قرآن کا منکر قرار دیتی بلکہ ان کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا فیصلہ سناتی۔ کیا یہ امور آپ سیدہ سے ثابت کر سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۱۱: اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا استدلال قرآن مجید کے ظاہری الفاظ سے نہیں بلکہ حقیقی مراد سے استدلال تھا تو شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں یہ کیوں فرمایا کہ جو لوگ سماع موتی کا انکار کرتے ہیں۔ انکا استدلال ظواہر قرآن سے ہے؟

سوال نمبر ۳۱۲: اگر تم لوگ کہتے ہو کہ راویان حدیث قلیب بدر نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان پر اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا تو آپ کو چاہئے کہ یہ رجوع حدیث متواتر سے ثابت فرمائیں؟

سوال نمبر ۳۱۳: خیر القرون کے لوگوں سے ثابت فرمائیں کہ راویان حدیث قلیب بدر نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنبیہ کے بعد حدیث قلیب بدر کو روایت کرنا چھوڑ دیا تھا؟

سوال نمبر ۳۱۴: کون سے فقیہ کون سے مجتہد کون سے متکلم کون سے مفسر اور کون سے محدث نے کہا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنبیہ کے بعد راویان حدیث قلیب بدر اس حدیث سے دستبردار ہو گئے؟

سوال نمبر ۳۱۵: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو تنبیہ فرمائی یا ان حدیث کے دوسرے راویوں کو بھی تنبیہ فرمائی ہے۔ اگر کی ہے تو ثابت فرمائیں؟

سوال نمبر ۳۱۶: جمہور علمائے اسلام نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنبیہ کو ترجیح دی ہے یا راویان حدیث قلیب بدر کی حدیث کو؟

سوال نمبر ۳۱۷: قلیب بدر میں پڑے ہوئے مردے مسلمان تھے یا کافر اگر وہ مسلمان تھے تو ثبوت پیش کریں؟

سوال نمبر ۳۱۸: اگر وہ مردے کافر تھے اور یقیناً کافر تھے تو سیدہ نے کافر مردوں کے سماع کا انکار کیا ہے۔ تم نے اس تنبیہ سے مومنین اور انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع کی نفی کیسے نکال لی؟

سوال نمبر ۳۱۹: سیدہ نے ظواہر قرآن سے استدلال کر کے کفار موتی کے سماع کا انکار کیا ہے۔ سیدہ کے اس استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومنین موتی کے سماع کی قائل تھی۔ کیونکہ اس آیت کے آگے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ان تسمع الا من یو من بایتنا'' کے ظاہری الفاظ سے استدلال ہو سکتا ہے کہ مومنین موتی سلام وغیرہ قریب سے سن لیتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۲۰: شرح الصدور میں حافظ ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ''قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یزور قبر اخیه ویجلس عندها الا استانس ورد علیه حتی یقوم'' (شرح الصدور) کیا سیدہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومن موتی کے سماع کی قائل تھی یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۲۱: شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فضائل حج اور فضائل درود میں سیرت کی کتابوں سے نقل فرمایا ہے کہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کہیں قریب کیل میخ وغیرہ ٹھوکنے کی آواز سنتیں تو آدمی بھیج کر ان کو روکتیں کہ زور سے نہ ٹھونکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا لحاظ رکھیں۔'' کیا اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماع کی قائل تھیں؟

سوال نمبر ۳۲۲: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حجرہ مبارکہ میں مدفون ہونے کے بعد پردہ کر کے کیوں جایا کرتی تھیں؟

سوال نمبر ۳۲۳: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر جایا کرتی تھیں اور وہاں جا کر اپنے مردہ بھائی کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھتی تھیں ؎

وکنا کند مانی جذیمة حقبة من الدهر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

(ترمذی شریف جلد اوّل ص ۱۲۵)

اب سوال یہ ہے کہ اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مومن مردہ کے سماع کی قائل نہیں تھی تو اپنے بھائی کو مخاطب کیوں بنایا؟

سوال نمبر ۳۲۴: اگر آپ کہیں سیدہ رضی اللہ عنہا کا یہ خطاب محض اظہار غم اور افسوس کے لئے تھا اور ایک حسرت تھی تو بتائیں کہ یہ افسوس غم اور حسرت گھر میں بیٹھ کر بھی ہو سکتا تھا۔ قبر پر جانے کا کیا فائدہ؟

سوال نمبر ۳۲۵: اگر آپ مردہ انسان کے اس خطاب کو جمادات کے خطاب پر قیاس کرتے ہیں تو بتائیں کہ مردہ انسان کو جماد محض پر قیاس کرنا کیا قیاس مع الفارق تو نہ ہوگا۔ کیونکہ انسان بہر حال انسان ہے۔ خواہ مردہ ہی کیوں نہ ہو اور جماد بہر حال جماد ہے؟

سوال نمبر ۳۲۶: کیا آپ لوگ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے پورا پورا اتفاق کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۲۷: اگر آپ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اتفاق نہیں ہے تو اسے استدلال میں کیوں پیش کرتے ہو؟

سوال نمبر ۳۲۸: اگر آپ کو اس حدیث سے اتفاق ہے تو اس حدیث میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''انهم ليعلمون ما اقول لهم حق '' یعنی اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قلیب بدر کے مردہ کافر جان رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان کو کہتا تھا وہ حق اور سچ ہے تو معلوم ہوا کہ سیدہ علم وفہم میت کی قائل ہیں۔ کیا آپ کی جماعت اس پر ایمان رکھتی ہے کہ مردہ انسان میں جزا وسزا وغیرہ کا علم فہم ہوتا ہے؟

سوال نمبر ۳۲۹: بخاری شریف میں ہے کہ چارپائی پر میت کلام کرتی ہے۔ کیا آپ اس پر ایمان رکھتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۳۰: مسلم شریف جلد اوّل ص ۷۶ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مردہ انسان قبر پر کھڑے ہونے والوں کے ساتھ انس پکڑتا ہے۔ کیا آپ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: ''حتى استانس بكم وانظر ماذا راجع بي وسئل ربي ''

سوال نمبر ۳۳۱: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فانما هي زجرة واحدة فاذا هم باالساهرة '' یعنی بروز قیامت اللہ تعالیٰ ڈانٹ دیں گے جس کی وجہ سے سارے مردے قبروں سے نکل کر باہر میدان میں آجائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ اہل قبور اللہ تعالیٰ کی یہ ڈانٹ سنیں گے یا نہ؟

سوال نمبر ۳۳۲: جب مسئلہ آتا ہے عذاب قبر کا تو تمہاری جماعت کہتی ہے یہ قبر نہیں ہے۔ یہ تو گڑھا ہے اور جب مسئلہ آتا ہے سماع موتی کا تو تم کہتے ہو، اے پیغمبر! آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے یہ دوغلی پالیسی کیوں؟

سوال نمبر ۳۳۳: عالم برزخ میں روح کوئی بات سنتی ہے یا نہ اگر نہیں بن سکتی تو فرشتے اس سے حساب کس طرح لیتے ہیں۔ اگر روح سنتی ہے تو بتائیں کہ روح کا سننا شرک کا چور دروازہ بنتا ہے یا نہ؟

سوال نمبر ۳۳۴: اگر زندہ انسان اور زندہ فرشتے سنیں اور پوری زندگی سنتے رہیں تو شرک کا چور دروازہ نہیں کھلتا اور اگر مردہ انسان سلام وکلام سن لے تو شرک کا دروازہ کھلنے لگ جاتا ہے۔ آخر وجہ کیا ہے؟

سوال نمبر ۳۳۵: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قیمہ شدہ مردہ پرندوں کو آواز دی تھی اور وہ ان کی آواز سن کر دوڑتے ہوئے ان کے پاس آ گئے تھے۔ آپ بتائیں کہ اللہ کے نبی کے اس معجزہ میں شرک کی ملاوٹ ہو گئی تھی یا نہ شرک کا چور دروازہ کھل گیا تھا یا نہ؟

(نوٹ) بندہ عاجز نے پوری پوری کوشش کی ہے کہ کسی سوال کا تکرار نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود اگر آپ کو کوئی تکرار نظر آتا ہے تو اس کے جواب کی زحمت نہ اٹھائیں بلکہ اتنا بتا دیں کہ فلاں سوال کے جواب میں اس کا جواب دیا جا چکا ہے۔

''اللهم صل على روح محمد في الارواح، اللهم صل على جسد محمد في الاجساد، اللهم صل على قبر محمد في القبور، وعلى اٰله واصحابه واتباعه الى يوم الدين اٰمين ''

فقط: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی

خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

مؤرخہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۶ مئی ۲۰۰۷ء

بروز بدھ بوقت ساڑھے گیارہ بجے دن

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

معیار صداقت

یعنی

علماء اہلسنت دیوبند کی پہچان

تالیف:

حضرت علامہ مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب:

صاحبزادہ قاری محمد احمد اللہ تونسوی قادری